فیصل آباد
پاکستان

ماھنامہ

مِلّیَۃ

ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

بمطابق جنوری فروری 2013ء

www.milliafsd.com



وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

نعت

نبی اکرم شفیع اعظم ، دکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے ، کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھا را ، نظر سے روپوش ہے کنا را
نہیں کوئی ناخدا ہمارا ، خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن ، زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن ، تم ہی محبت سے کا م لے لو
عجیب مشکل میں کارواں ہے ، نہ کوئی جادہ نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں ، اٹھو ذرا انتقام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے ، کبھی مذاقِ جفا ہے ہم سے
تما دنیا خفا ہے ہم سے ، خبر تو خیرالانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں ، نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیب، مزارِ اقدس پہ جاکے ایک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا ، کہوں میں ان سے سلام لے لو

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

ربیع الاول ۱۴۳۴ھ جلد نمبر 9

بمطابق

جنوری فروری 2013ء شمارہ نمبر 3

فہرست مضامین

کلمۃ الحبیب

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینی

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر: حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر: جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل اباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر......حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد **Decl No. 3483-85**

کلمۃ الحبیب

پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی:

ہم لوگ امریکیوں کو بُرا کہتے نہیں تھکتے ،امریکی سامراج مردہ باد اور مرگ بر امریکہ کے نعرے بھی لگاتے ہیں، میں بھی اس میں شامل ہوں ،مگراس وقت یہ سوچ رہا ہوں کیا واقعی ایسا ہی ہے ؟۔سیدھی سی بات ہے اگر وہ بُرے ہیں تو ہمارے لئے ورنہ وہ لوگ اپنی قوم اور ملک کے لئے برے نہیں۔ہم لوگ اپنی سوچ کے مطابق سوچنے اور کرنے کے عادی ہیں ،ہم چاہتے ہیں کہ جیسے ہم ہیں ویسے ہی امریکی بن جائیں۔ہم لوگ احسان فراموش ،ایمان فروش ،وطن فروش،ضمیر فروش، زمین فروش، بلکہ ماں فروش کی حدتک پہنچ چکے ہیں۔دھرتی ایک قسم کی ماں ہوتی ہے، ہم لوگ اس کا بھی سودا کرنے میں دیر نہیں کرتے ، بلکہ آج کل ہو یہی رہا ہے۔اس ماں کی گود کے سودے طے کر چکے ہیں جس نے ہمیں پہچان دی، جس نے ہمیں امان دی۔بس اس کی قیمت کی وصولی کی جنگ کی جارہی ہے ،کہا جارہا ہے کہ ہمیں کیا ملا، ہم نے اتنی قربانی دی ،ہماری قربانیوں کو تسلیم نہیں کیا جارہا،ہمیں اس کی قیمت نہیں دی جارہی ،ہماری لیڈروں کی اولادیں اور جائیدادیں دوسرے ملکوں میں ہیں، ہم تو یہاں نوکری کرنے کے لئے آتے ہیں ،اپنا وقت پورا کرنے کے بعد واپس وہیں جا کر وہیں بس جاتے ہیں۔ہمارے مدفن یورپی ملک ہی بنتے ہیں۔

جبکہ اس کے مقابلے میں امریکی ایسے نہیں ہیں، وہ اپنے ملک،قوم ،نظریہ، کے محافظ ہیں، وہ ان کی بقا کی خاطر تمام حدیں عبور کر جاتے ہیں۔انکے لئے کوئی سرحد سرحد نہیں، وہ ہر سرحد کو بلا اجازت پار کر لیتے ہیں۔وہ اپنے ملک وقوم کے دشمن کو پاتال سے بھی نکال لیتے ہیں۔وہ اپنے ملک میں اپنے دشمن پیدا نہیں کرتے ،وہ اپنے ملک کے بے قصور عوام پر بمباری نہیں کرتے ،وہ اپنی ہی ملک میں اپنوں

سے جنگ نہیں کرتے، انہیں اپنے ہی ملک میں کسی آپریشن کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آخر کیوں؟ وہ اس لئے کہ ان کے ملک میں کوئی بھوکا نہیں سوتا، ان کے ملک میں کوئی بے گھر نہیں رہتا، ان کے ملک میں انصاف کا دور دورہ ہے، وہ اپنے ملک کے باسیوں کا کبھی سودا نہیں کرتے، وہ جو کچھ اپنے ملک میں دیتے ہیں اس کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک جا کر کوئی آباد نہیں ہوتا، ان کے ملک کا کوئی باشندہ کسی دوسرے ملک میں سیاسی پناہ نہیں لیتا۔ وہ اپنے ملک کے باشندے کی مصیبت کے وقت دنیا کے کسی بھی ملک میں مدد کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ وہ جس ملک سے بھی معاملہ کرتے ہیں اس میں وہ اپنے ملک کا ہی مفاد مدنظر رکھتے ہیں۔ ان کے ملک سے باہر پیدا ہونے والا اس ملک کا سربراہ نہیں بن سکتا، دوہری شہریت کا حامل ان کا سربراہ مملکت نہیں بن سکتا ہے۔ انہوں نے جو بھی قانون بنایا ہوتا ہے اس کی اپنی جان اور مال سے زیادہ تابعداری کرتے ہیں۔ ان کے ہاں قانون کی عملداری کے معاملے میں کسی بڑے چھوٹے میں فرق نہیں ہوتا۔

جبکہ ہمارے ہاں جو برسر اقتدار ہوتا ہے وہ اس ملک کا ہی وفادار نہیں ہوتا، وہ دوہری نہیں بلکہ دوغلی شہریت اور شہرت کا حامل ہوتا ہے، وہ یہاں سے کھاتا ہے، یہیں سے کماتا ہے، یہیں عزت پاتا ہے، یہاں ہی اقتدار کے مزے لوٹتا ہے، مگر اس کی تمام کی تمام ہمدردیاں غیروں کے لئے ہوتی ہیں۔

ہمیں آزدی غلامی کی شرط پر ملی ہے، ہمارا ملک جب بنا تو اس کے سب سے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح نے سب سے پہلا حلف ہی شہنشاہ برطانیہ سے وفاداری کا اٹھایا تھا۔ پھر اس کے بعد وفاداری کی دوڑ لگ گئی، مقابلہ شروع ہو گیا، ایک سے بڑھ کر ایک نے وفاداری نبھائی۔ بلکہ یہاں تک کہ غیر بھی اس وفادرای کو دیکھ کر شرمندہ سے ہو گئے۔ ہمارے ملک کے وزیراعظم باہر سے دوغلی شہریت والے آئے، ہماری ملک کی اسمبلیوں میں دوغلی شہریت کے نمائندے بیٹھے رہے، ہماری ملک کی سیاسی پاٹیوں کے سربراہ دوغلی شہریت کے حامل ہیں۔ ملک سے باہر بیٹھ کر ہمارے ملک میں ٹیلیفون نک خطاب کرتے ہیں۔ جب بھی ہمارے ملک میں انتشار پھیلانے کی غیر ملک کو ضرورت پڑتی ہے تو پھر یہی دوغلے لوگ یہاں پر کام دکھاتے ہیں۔

میں نے یہاں پر غیر ملکی شہریت کے بارے میں دو الفاظ استعمال کئے ہیں، ایک دوہری شہریت دوسرے دوغلی شہریت۔ دوہری شہریت رکھنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تلاشِ رزق کے

لئے دوسرے ممالک میں جا بسے، انہوں نے قانونی مشکلات سے بچنے کے لئے وہاں کی شہریت اختیار کر لی، انہوں نے جانفشانی سے وہاں محنت کی اور اُس ملک میں اپنا اور اپنے وطن کا مقام بلند کیا، اور ان کے دل اپنے ملک کے لئے ہی دھڑکتے ہیں، جب بھی کبھی ہمارے ملک کو کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے تو اپنا تن من دھن اس پر قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ لوگ سیاست، حکومت اور اپنے مفادات کو پس پشت ڈال کر ملک کی بہتری کے لئے سوچتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی خون پسینے کی کمائی کو ملک میں بھیج کر اس کے زرمبادلہ کے ذخائر کا گراف نیچے نہیں گرنے دیتے، وہ اپنی کمائی اپنے ملک میں بھیج کر اس کو دیوالیہ ہونے سے بچانے میں لگے رہتے ہیں۔ یہ لوگ قابل قدر ہیں ان کے احسان کا بدلہ کوئی نہیں دے سکتا۔

دوسرا طبقہ دوغلی شہریت کا حامل ہوتا ہے، یہ طبقہ دولت، شہرت اور حکومت کا لالچی ہوتا ہے۔ اس طبقہ میں ملک کے لئے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں ہوتی، یہ طبقہ ملک کے عوام کی محنت کی کمائی سے دیئے گئے ٹیکسوں کی رقوم سے بیرن ملک عیاشی کرتا ہے، ملک میں باہر سے زرمبادلہ لانے کی بجائے ملکی خزانہ سے زرمبادلہ باہر کے ملکوں میں اپنے اکاؤنٹوں میں جمع کراتا ہے، ان کی نسلیں اسی لوٹی ہوئی ملکی رقوم سے پلتی ہیں، پھر یہ لوگ انہی رقوم کی بنیاد پر ان ملکوں کی شہریت حاصل کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان غیر ملکی حکومتوں کی ناراضگی کی بنیاد پر اپنی رقوم کے ضبط ہونے کا ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ ملکی مفاد کی بجائے دوغلی پالیسی اختیار کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کے کردار کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ جھوٹے حلف اٹھا کر اسمبلیوں کے ممبر بنے، جب سپریم کورٹ نے حکم جاری کیا کہ غیر ملکی شہریت اور اسمبلی کی رکنیت ایک ساتھ نہیں چل سکتیں، ان میں سے ایک کا انتخاب کرو تو انہوں نے اپنے ملک کے ساتھ وفاداری نبھانے کی بجائے غیر ملکی شہریت کو ترجیح دی۔ انہوں نے اسمبلیوں سے استعفے دینا تو گوارا کر لئے مگر غیر ملکی شہریت نہیں چھوڑی۔ کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک غیروں کی وفاداری اپنوں سے زیادہ اہم ہے۔

دوہری شہریت والے اپنے خون پسینے کی کمائی سے اپنے ہی ملک میں جائیدادیں بناتے ہیں، جبکہ دوغلی شہریت والے اپنے ملک کو لوٹ کر دوسرے ملکوں میں جائیدادیں بناتے ہیں۔ دوہری شہریت والے باہر کے ملکوں سے اپنی اولادوں کو تعلیم و تربیت کے لئے اپنے ہی ملک میں بھیجتے

ہیں، جبکہ دوغلی شہریت والے اپنی اولادوں کو تعلیم دلانے اور الٹرا ماڈرن بنانے کے لئے یورپی ممالک میں بھیجتے ہیں۔ دوہری شہریت والے دوسرے ملک میں یخ بستہ راتوں اور خون جما دینے والے موسموں میں محنت مزدوری کر کے تھک ہار کر چند دن آرام و آسودگی کے گزارنے کے لئے سال دو سال بعد دو یا تین ہفتوں کے لئے اپنے ہی ملک پلٹتے ہیں، جبکہ دوغلی شہریت رکھنے والے اپنے ہی ملک کی آسودگی سے تنگ آ کر غیر ممالک میں عیاشی کے لئے نکلتے ہیں۔

دوغلی شہریت والے کہتے ہیں کہ ہم قانون کا احترام کرتے ہیں مگر جب چیف جسٹس کی بحالی کی تحریک چلتی ہے تو یہی لوگ اپنے شہروں کو عوام کے خون سے رنگین کر دیتے ہیں، یہ لوگ مڈل کلاس کے لوگ ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، جاگیرداروں کی مخالفت کا ڈھنڈورا بھی پیٹتے ہیں مگر ایک دہائی سے یہ لوگ جاگیرداروں کی حکومت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز بھی رہتے ہیں۔

یہ لوگ کون ہوتے ہیں؟ یہ سامراج کے ایجنٹ ہیں، ان کے منہ میں چوسنی ہی ملک سے غداری کی دی جاتی ہے، یہ لوگ منافقت کی معراج پر ہیں۔ یہ اپنے دوغلے پن کے صحیح ہونے کے لئے دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے طرز عمل کو تو آج سے پندرہ سو برس پہلے ہی قرآن نے ان الفاظ میں بیان کر دیا تھا: وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِھِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْن۔ ترجمہ: یعنی "جب یہ (دوغلے) لوگ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں، اور جب یہ ایمان والوں سے فارغ ہو کر شیاطین (کافروں) کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ایمان والوں سے مذاق کرنے گئے تھے"۔ یہ لوگ دوغلی شہریت کو اپنا قانونی حق قرار دیتے ہیں، وہ صرف اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے، ورنہ اگر دوہری شہریت واقعی پاکستانیوں کا حق ہے تو یہ لوگ ہر پاکستانی کو دوہری شہریت دلانے میں اپنا کردار ادا کیوں نہیں کرتے۔

جن لوگوں نے اپنے ملک و قوم سے وفاداری نبھانی ہو تو وہ کسی غیر ملک کی شہریت حاصل کیے بغیر ہی نبھاتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان ہی کو لیجئے، انہوں نے انگریز سے آزادی کے بعد اپنے شہریوں کے لئے دوہری شہریت کو جرم قرار دیدیا، اگر کوئی ہندوستانی کسی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کر لیتا ہے، چاہے وہ جتنا بھی اپنے ملک سے مخلص ہو اُسے ہندوستان کی شہریت ترک کرنا پڑتی

ہے۔ ہمارے ہاں دوہری شہریت کے معاملے میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس سے وطن کی بہتر خدمت ہو سکتی ہے، سوال یہ ہے کہ جائزہ لے کر دیکھا جائے کہ ہندوستان کے لوگوں نے دوہری شہریت کے بغیر اپنے وطن کی زیادہ خدمت کی ہے یا ہمارے دوغلی شہریت والو نے؟۔

ہم نے سنا ہے کہ سنگاپور والوں نے جب انگڑائی لی تو انہوں نے ایک قانون بنا دیا کہ ہر ایک گھرانے کے پاس ایک ہی مکان ہوگا دوسرا نہ ہوگا۔ بھارتیوں نے ۱۹۳۶ء میں ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آزادی کے بعد نواب، راجے، مہاراجے، جاگیر دار ختم کر دیئے جائیں گے۔ سب کو ہوا کے گھوڑوں سے اتار کر زمین پر پیدل چلنے والوں کے برابر کر دیا جائے گا۔ زرعی زمینیں فرد نہیں بلکہ پورے خاندان میں ایک خاص حد تک رکھی جائیں گی، باقی کاشتکاروں کو دیدی جائیں گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ڈنمارک میں وزیر بھی سائیکلوں پر پیڈل مارتے نظر آتے ہیں۔ برطانیہ کے وزیر اعظم کی بیوی اگر جلدی میں ریل کا ٹکٹ نہ خرید سکی اور گاڑی میں بیٹھ گئی تو پولیس کے ہاتھوں نہیں بچ سکتی۔ کینیڈا میں چیف جسٹس بھی قانون کے خلاف ورزی پر دھر لیا جاتا ہے۔ اسرائیل کا وزیر اعظم کسی بھی الزام کی بنیاد پر ایک تھانہ انسپکٹر کے سامنے جواب دہ ہے۔ امریکہ کا صدر نکسن واٹر گیٹ سکینڈل میں حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

آج جبکہ افغانستان سے امریکی اپنا بوریا بستر سمیٹ کر نکلنے کے لئے محفوظ راستہ ڈھونڈ رہے ہیں تو انہوں نے پاکستان سے محفوظ راستہ لینے کے لئے ایک نیا کھیل شروع کر دیا ہے۔ امریکیوں نے گزشتہ دس سال سے اپنی جنگی ساز و سامان کو برسرِ پیکار رکھنے کے لئے 800 ارب ڈالر خرچ کئے ، افغانستان کو اسلحے کا ایک بہت بڑا ڈپو بنا دیا۔ جب یہ کچھ کیا جا رہا تھا تو امریکہ کو پسپائی کا خیال تک نہیں تھا، وہ سمجھا تھا کہ اب میں بلا شرکت غیرے یہاں بادشاہی کروں گا، مگر اب پسپائی کا آغاز ہو چکا ہے، لیکن اسلحہ کا اتنا بڑا ڈپو اس کے لئے بڑا دردسر بن چکا ہے۔ امریکی محکمہ دفاع کی ایک رپورٹ کے مطابق 36 ارب ڈالر کی مالیت کا اسلحہ افغانستان میں موجود ہے، جس میں پچاس ہزار آلاتِ حرب میں شامل ہیں۔

امریکہ ایک ایسے لشکر کے ساتھ جنگ لڑ رہا ہے جس کی کوئی فوجی تنظیم نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے پاس اپنا اسلحہ ہے، جو ہے وہ بھی امریکیوں ہی سے چھینا گیا ہے، ان کی کوئی چھاؤنی نہیں ہے، وہ پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے ہیں، اور ان کی غاروں میں راتوں کو آرام کرتے ہیں، گرمیوں اور سردیوں میں ان کے کپڑے ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہر موسم کی ہر قسم کی سختیوں کو

برداشت کرنے کی ان کے جسموں میں طاقت ہوتی ہے۔وہ صلح کے لئے بیتاب نہیں ہوتے،امریکہ نے ان سے گیارہ سال تک جنگ کی مگر وہ نہیں تھکے بلکہ امریکہ خود تھک گیا اور اب امریکہ ان سے سال بھر میں جان چھڑانا چاہتا ہے کیونکہ اس کے تمام حلیف یکے بعد دیگرے اس کا ساتھ چھوڑتے چلے جارہے ہیں۔امریکہ ان سے مذاکرات کے لئے بے چین ہے،جس کے نتیجہ میں سننے میں آرہا ہے کہ طالبان کسی اور ملک قطر، ترکی یا سعودی عرب میں نہیں بلکہ ملا عمر کے شہر قندھار میں ہی اپنا دفتر کھولنے کی تیاری کررہے ہیں۔امریکہ پہلے کہتا تھا کہ 2014ء میں فوجوں کے انخلاء کے باوجود چند ہزار امریکی فوجی سیکورٹی کے نام پر افغانستان میں ہی رہیں گے،مگر 10 جنوری کے اخبارات میں امریکی صدر اُباما نے بیان دیا ہے کہ شاید ہم یہ چند ہزار فوجی بھی افغانستان میں نہ رکھ سکیں۔(چنانچہ اباما کے اس بیان پر افغانستان کی کٹھ پتلی پارلیمنٹ پریشان ہوگئی ہے،اس نے ۱۱رجنوری کو مطالبہ کیا ہے کہ امریکہ کو مکمل فوجی انخلا نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ طالبان کا پھر دوبارہ قبضہ ہوجائے گا) مگر امریکی وہی کریں گے جو ان کے مفاد میں ہوگا۔

امریکیوں نے ہیروشیما ناگاساکی پر ایٹمی حملہ کیا،امریکیوں نے ویت نام اور عراق کی جنگیں چھیڑیں،امریکیوں نے عراق کے قبضہ کا بہانہ بنا کر کویت پر قبضہ کیا،امریکیوں نے عراق اور ایران کی جنگ کروائی۔امریکیوں نے جو کچھ بھی کیا اپنے ملک وقوم کے مفاد کے لئے ہی کیا،چاہے اس کے لئے انہیں کتنی ہی بڑی قیمت ادا کرنا پڑی۔اب جبکہ افغانستان کی اس طویل ترین جنگ میں امریکہ کے فوجی جنگ کے علاوہ ہی کئی ہزار کی تعداد میں خودکشی کرچکے ہیں،اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کا کوئی باپ اور خاندان ہی نہیں ہے،وہ کس کے بیٹے ہیں،وہ ان امریکی ماؤں کی اولاد ہیں جنہیں ''سنگل مدر'' کہا جاتا ہے۔لیکن ان کی موت سے کسی خاندان کا نقصان نہیں ہوتا مگر امریکی فوج کا نقصان ضرور ہوتا ہے۔امریکہ اب ایسی جنگ سے نکلنا چاہتا ہے جس کا اختتام نہیں ہے،مگر نکلنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں اپنے ایسے ایجنٹوں کا تقرر چاہتا ہے جو کہ بے دام اس کے سامنے دم ہلاتے رہیں۔اس کے لئے اس نے اس سے پہلے کئی افراد کو آزمایا،انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق فرمانبرداری کی،اب وہ ایک نئی قسم کی مخلوق پر قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہے۔جن کی دوغلی شہریت ہے،جو جب چاہیں اپنی وفاداری بدل لیں اور ان پر کسی بھی قسم کی کوئی قانونی گرفت نہ ہوسکے۔

ان میں ایک صاحب شیخ الاسلام کے لقب سے سرفراز ہوکر تشریف لاچکے ہیں،دوسرے صاحب ایک سیاسی ڈرون حملہ کرچکے ہیں۔جس میں انہوں نے ملکہ برطانیہ سے اپنی غلامی کے حلف

کے صحیح ہونے کے لئے بانیٔ پاکستان قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کے بطور گورنر جنرل کے عہدے کے حلف کو بنیاد بنایا ہے۔ہم اس پر پھر کبھی تبصرہ کریں گے۔

ان شیخ الاسلام جن کا اسم گرامی طاہر القادری ہے نے کینیڈا کی شہریت حاصل کرنے کے وقت ملکہ برطانیہ الزبتھ کی وفاداری کا حلف اٹھایا ہوا ہے۔ یہ حلف کوئی نیا نہیں ہے، اس سے پہلے بھی کئی نامی گرامی علماء کہلانے والوں نے برطانیہ کی شہنشاہیت کی وفاداری کا حلف اُٹھایا تھا، جن کو شمس العلماء کا سرکاری طور پر خطاب دیا گیا تھا۔ان شیخ الاسلام صاحب کو بڑے بڑے خواب بھی آتے ہیں، جن کو یہ الہام یا وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اسی قسم کے خواب آتے تھے، اس لئے کہ اس نے بھی ملکہ برطانیہ وکٹوریہ کی وفاداری کا حلف اٹھا رکھا تھا۔اس نے تو برطانوی تاج وتخت کو بچانے کے لئے نبوت تک کا دعویٰ کردیا تھا، جس میں جہاد کو حرام قرار دیدیا تھا، اور ان شیخ الاسلام صاحب نے افغانستان میں غیر ملکی فوجوں کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کو خارجی قرار دے رکھا ہے۔ان شیخ الاسلام کو فتوے دینے کا بھی بڑا شوق ہے۔ جبکہ نہ یہ مولوی ہیں اور نہ ہی مفتی، بلکہ اپنے آپ کو مولوی کہلانا پسند بھی نہیں کرتے۔ البتہ شیخ الاسلام کہلانا ان کا ذوق ہے۔ یہ ایسے شیخ الاسلام ہیں کہ خود اپنے جلسہ میں رقم دیکر شیخ الاسلام کا بینر لگاتے ہیں۔ان کو کسی بھی علمی شخصیت نے شیخ الاسلام قرار نہیں دیا، یہ صاحب کینیڈا جانے سے پہلے صرف ڈاکٹر یا علامہ کہلاتے تھے، کینیڈا کی شہریت کے حصول کے دنوں میں انہوں نے اپنے آپ کو شیخ الاسلام کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ پہلے زمانے میں جب لوگ انگریزوں سے شمس العلماء کا خطاب حاصل کیا کرتے تھے تو وہ خطاب بدنام ہوجایا کرتا تھا، لوگ کسی کو چھیڑنے کے لئے مذاق میں شمس العلماء کہا کرتے تھے۔ کسی کی علمی حیثیت کو گرانا مقصود ہوتا تو اُسے شمس العلماء مشہور کردیا جاتا تھا۔ کیونکہ جو غیر مسلموں کی وفاداری کا سبق دے تو اس کی علمی ہی حیثیت کیا رہی۔ اسی طرح موجودہ خودکاشتہ شیخ الاسلام نے بھی اس عظیم لقب کو بدنام کردیا ہے، لگتا ہے کہ لوگ آئندہ دوسرے کی علمی حیثیت گرانے کے لئے شیخ الاسلام کے لقب کو استعمال کیا کریں گے۔ ورنہ جو واقعی شیخ الاسلام ہوتے ہیں وہ اپنے پیچھے شیخ الاسلام کا بینر نہیں لگانے دیتے۔ اگر لگا ہوا دیکھ لیں تو اُسے اُتروادیتے ہیں۔ اب شیخ الاسلام صاحب لاہور میں 23 دسمبر 2012ء میں ایک بہت بڑا کامیاب سٹیج ڈرامہ کرکے آپے سے باہر ہو رہے ہیں، انہوں نے 14 جنوری 2013ء کو ایک لانگ مارچ کرنے کا اعلان کررکھا ہے، جس میں ان کے بقول چالیس لاکھ افراد شریک ہوکر انقلاب لائیں گے۔اب ہم اس لانگ مارچی انقلاب کے انتظار میں ہیں۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی قسط 27

علماءِ لدھیانہ کی طرف سے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر مدلّل تحریر

گزشتہ شماروں میں ذکر ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں عیسیٰ مسیح ہونے کے دعوے کے ساتھ ساتھ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ سے بھی انکار کر دیا تھا، اور اس پر سب سے پہلے اس نے ۳؍مئی ۱۸۹۱ء میں ایک اشتہار کے ذریعہ اوّل مکفرّ خاندان علماءِ لدھیانہ ہی کو حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے پر بحث کے لئے چیلنج دیا تھا، علمائے لدھیانہ نے اس چیلنج کو قبول تو کر لیا مگر اس کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کو پابند کیا کہ وہ پہلے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے۔ چونکہ مرزا قادیانی پر علماءِ لدھیانہ کے اوّل فتوائے تکفیر سے علماءِ حرمین نے بھی اتفاق کر لیا تھا، اس لئے اس کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنا مشکل تھا۔ لہٰذا وہ مناظرہ سے فرار ہو گیا، اور مولانا محمد حسین بٹالوی (جنہوں نے اس وقت تک مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا تھا) سے مناظروں کی طرح ڈالی۔ علماءِ لدھیانہ خاموشی اور بڑی باریک بینی سے ان مناظروں، مباحثوں کا مشاہد کرتے رہے۔ اگرچہ ہر مناظرے میں مولانا بٹالوی کا ہی پلہ بھاری رہتا تھا مگر مرزا قادیانی ہر دفعہ طرح دے جاتا تھا۔ مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے ساتھی، ہم سبق، رازداں اور مشیر رہے تھے، وہ تو ان کے ہاتھ میں نہیں آتا تھا، علماءِ لدھیانہ سے مناظرے کیا کرتا۔ چنانچہ علماءِ لدھیانہ نے ان دونوں دوستوں کے مناظروں کا حشر دیکھ کر ان سے دوری اختیار کی۔ کافی انتظار کے بعد جبکہ مرزا قادیانی نے اور بھی کئی کتابیں لکھ ڈالیں اور مرزا قادیانی کا کفر مزید واضح طور پر سامنے آ گیا تو عوام الناس کے عقیدے کی حفاظت کے لئے حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ نے اپنے طور پر حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک مدلّل تحریر لکھی۔ بعد میں پھر اسی تحریر کو فتاویٰ قادریہ کا حصہ بنا دیا، وہ تحریر یہاں پیش کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی پر اوّل مکفّر حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں۔

بعد الحمد والصّلوٰۃ، محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانوی پیچ

خدمت اہلِ اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلماتِ کفریہ کے اوّل ۱۳۰۱ھ میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مُضِل ہونے پر اتفاق کیا، حتّٰی کہ علماءِ حرمین شریفین نے بھی قادیانی پر دائرہٗ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ تحریر کر دیا جیسا کہ رسائل مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب میں تفصیل وار موجود ہے اگرچہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کور باطنوں کو اس آفتاب ہدایت مآب سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضراز آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے، جیسا کہ رسالہ ازالۃ الاوہام میں عیسٰی علی نبینا وعلیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالیٰ جل وشانہ نے ان کے معجزے مثل احیاء اموات اور مادرزاد نابینوں کو بینا کرنا اور جانور مٹی سے بنا کر خدا کے حکم سے جاندار بنا دینا وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکرِ قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرۂ مرتدّین میں داخل ہوا، اکثر مباحثات میں قادیانی اس امر پر زور دیتے ہیں کہ عیسٰیؑ فوت ہو چکے ہیں اور ان کے فوت ہونے کا ثبوت آیاتِ قرآنیہ میں موجود ہے۔

اگرچہ اس کا جواب علماءِ اسلام دندان شکن اپنی اپنی تصانیفوں میں دے چکے ہیں لیکن ہماری طرف سے بھی اس امر کا جواب نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس عاجز نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا اور نام اس کا ''**کشف الغطاعن ابصار من ضلّ و غوی**'' رکھا حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم الکفیل۔

اور ترتیب دیا گیا یہ رسالہ اوپر مقدمہ اور مقصد اور خاتمہ کے۔ مقدمہ میں اصطلاحات علم اصول کی بیان کی جاتی ہیں جو واسطے استنباط احکام کے معلوم ہونا ان کا

نہایت ضروری ہے۔

ظاہر: اس کلام کو کہتے ہیں جس کا مطلب الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہو۔قال فی المنار ،الظاہر اسم لکلام ظھر المراد نب للسامع بصیغتہ

نص: وہ جس کے واسطے کلام چلائی گئی ہو النص ماسیق الکلام لاجلہ(کذافی نور الانوار) مثال ان دونوں کی یہ آیت ہے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ، یعنی حلال کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو اور حرام کیا سود کو، یہ آیت بیع کے حلال اور سود کے حرام ہونے پر بطور ظاہر کے دلالت کر رہی ہے بیع اور سود میں فرق اس آیت سے شارع کو مقصود ہے اس پر دلالت اس کی بطور نص کے ہے۔اور حکم اور نص کا یہ ہے کہ جو ان دونوں سے ثابت ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔قال فی نور الانوار، و حکمھا وجوب العمل بالذی ظھر منھما علی سبیل القطع و الیقین۔ یعنی ان دونوں سے جو احکام ثابت ہوں وہ قطعی اور یقینی ہوتے ہیں۔

مفسر: وہ ہے جو اپنی مراد پر ایسا واضح ہو کر کسی تاویل کی اس میں گنجائش نہ ہو۔

قال فی المنار ،المفسر ما ازداو وضو حاحلی النص علی وجہ لہ یقی معہ احتمال التاویل ببیان الشارع و حکمہ وجوب العمل

یعنی ظاہر اور نص اگرچہ قطعی ہیں لیکن احتمال تاٗویل کو مانع نہیں، یعنی اگر کوئی دلیل قطعی اس امر پر دلالت کرے کہ یہاں ظاہری معنی حقیقی مراد نہیں مجازی مراد ہیں تو اس وقت ظاہری معنی ظاہر اور نص میں مراد نہیں لئے جائیں گے اور مفسر میں ایسے احتمال کو گنجائش نہیں کیونکہ شارع کے بیان کرنے سے اس کی اصلی مراد معلوم ہوگئی۔

جیسا کہ آیت و قاتلو المشرکین کافۃ میں لفظ کاف کا واسطے بیان کرنے اس امر کے زیادہ کیا گیا ہے کہ تا احتمال اس امر کا باقی نہ رہے کہ شاید مشرکین سے بعض مشرک مراد ہوں کل مراد نہ ہوں۔اور حکم مفسر کا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے ساتھ احتمال منسوخ ہو جانے کے یعنی اس کے منسوخ کرنے کے واسطے شارع حکم لگا سکتا ہے۔قال فی نور الانوار، و حکمہ وجوب العمل بہ علی احتمال النسخ ای

فی زمان النبی و فیما بعدہ فکل القران محکم لا یتحمل اشخ۔

اور محکم: اس کا نام ہے جس کا مفہوم قابل نسخ و تبدیل نہ ہو۔ قال فی المنار، المحکم ما احکم المرادبہ عن احتمال النسخ و التبدل، اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی احتمال کو اس میں گنجائش نہیں قال فی المنار، و حکمہ وجوب العمل بہ من غیر احتمال کقولہ تعالیٰ ان اللّٰہ بکل شیئی علیم یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جانتا ہے یہ مضمون قابل نسخ و تبدیل نہیں اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ ہر شئے کا علم ہے۔

اور خفی: وہ ہے جس کی مراد بغیر غور کرنے کے معلوم نہ ہو قال فی المنار، الخفی فما خفی مرادہ بعارض لا ینال الا بالطلب جیسا کہ آیت اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْ اَیْدِیَھُمَا کی ظاہر ہے چور کے حق میں اور خفی ہے طرار یعنی کیسہ بر کے حق میں، چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بلا غور کرنے کے فوراً معلوم ہو جاتا ہے لیکن طرار کے ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بعد غور کے مفہوم ہوتا ہے کہ طرار کی چوری معمولی چوریوں سے بڑھ کر ہے اور اس واسطے اس کا ہاتھ ضرور کاٹنا چاہئے اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس میں غور کر کے معلوم کرے کہ اس کے خفی ہونے کا کیا سبب ہے تا کہ اس کی مراد معلوم ہو۔ قال فی المنار ،و حکمہ انظر فیہ لیعلم ان الخفاء لمزیۃ او نقصان لیظھر المراد بہ

اور مشکل: اس کا نام ہے جو اپنے جیسوں میں داخل ہو کر مشتبہ ہو جاوے، حکم اس کا یہ ہے اس کی مراد پر حق ہونے کا اعتقاد کرنا پھر متوجہ ہو کر غور اور تأمل کرنا یہاں تک کہ اس کی مراد ظاہر ہو جاوے۔ قال فی نور الانوار، والمشکل فھوا الداخل فی اشکالہ و حکمہ اعتقاد الحقیقۃ فیما ھو المراد ثم الاقبال علی الطلب والتأمل فیہ الی ان یتبین المراد۔

جیسا کہ آیت فَأْتُوا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ میں لفظ اَنّٰی کا مشتبہ ہو گیا کیونکہ اس لفظ کے دو معنے ہیں ایک معنی اس کے مِنْ اَیْنَ یعنی کسی مکان سے اور دوسرے معنی اس

کے کَیفَ یعنی کس طرح، جب غور اور تأمل کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں کَیفَ کے معنوں میں مستعمل ہے کیونکہ لفظ حَـرَث جو زراعت کے معنوں میں ہے وہ اسی معنے کو معین کرتا ہے۔

اور مجمل: وہ ہے جس میں معانی کے ازدہام سے مراد اس کی ایسے مشتبہ ہو جاوے کہ اس کی عبارت میں فکر کرنے سے اشتباہ رفع نہ ہو بلکہ اجمال کرنے والے سے اس کی تفسیر معلوم کرنے کی حاجت پڑے۔ اور حکم اس کا اس کی مراد کو برحق باعتقاد کرنا اور توقف کرنا یہاں تک کہ ظاہر ہو ساتھ بیان کرنے اجماع کنندہ کے، قال فی نور الانوار، المجمل فما ازدھمت فیه المعانی واشتبه المراد به اشتبھا ھا لا یدرک بنفس العبارۃ بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التأمل و حکمه اعتقاد الخفیة فیما ھو المراد و التوقف فیه الی ان یتبین ببیان المجمل کا الصلوٰۃ و الزکوٰۃ یعنی لفظ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا آیت اَقِیمُو الصَّلوٰۃَ وَ آتُوالزَّکوٰۃَ میں مجمل تھا کیونکہ معنی صلوٰۃ کے لغت عرب میں دعا کے ہیں اور معلوم نہ ہوا کہ کون سی دعاء یہاں مراد ہے، پس استفسار کرنے سے آنحضرت ﷺ نے بیان کر دیا اور اس کو ادا کر کے ہم کو معلوم کرا دیا کہ یہاں قیام رکوع سجود والی دعاء مراد ہے۔ اس طرح زکوٰۃ کے معنی لغت میں پڑھنے کے ہیں اور یہاں یہ مراد نہیں بعد استفسار کرنے کے آنحضرت ﷺ نے بیان فرما دیا کہ اس کے معنی چالیسواں حصہ مال کا بعد ایک سال کے ہے۔

اور متشابہ: وہ ہے جس کی مراد کا معلوم ہونا قبل روز قیامت ممکن نہ ہو اور حکم اس کا یہ ہے کہ اپنے اعتقاد میں جو اس سے شارع نے مراد رکھا ہے۔ حق جاننا قبل معلوم ہونے اس مراد کے جیسا کہ حروف مقطعات جو سورتوں کے اوائل میں ہیں مثل الٓمٓ وغیرہ کے قال فی نور الانوار، المتشابه فھو اسم لما انقطع رجاء معرف المراد منه ولا یرجی بدوه اصلاً المقطعات فی اوائل السورۃ مثل الٓمٓ حٰمٓ ظہور کے مراتب میں محکم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے، مفسر کا درجہ نص سے اور نص کا ظاہر سے اعلی ہے، پس سب سے محکم کا درجہ اعلی اور ظاہر کا سب سے ادنیٰ ہوا، اور خفا میں سب سے زیادہ خفی متشابہ ہے اور

مجمل مشکل سے اور مشکل خفی سے زیادہ ہے، پس متشابہ کا درجہ خفا میں اعلیٰ ہوا اور خفی کا سب سے ادنیٰ۔ بروقت تعارف جس کا مرتبہ ظہور میں اعلیٰ ہوگا اس پر عمل کیا جاوے گا اور جس کا مرتبہ خفا میں کم ہوگا وہ اس پر جس میں خفا زیادہ ہے غالب ہوگا، جیسا کہ تفصیل اس کی نورالانوار وغیرہ کتب اصول میں مذکور ہے۔

مقصد اس میں عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور آخر زمانہ میں نازل ہونے کا بیان ہے، دلائل شرعیہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس ہیں، آیات قرآنیہ کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے بعد اس کے حدیث ہے بعد ازاں اجماع ہے، اگر تینوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو قیاس مجتہد سے دلیل پکڑی جاتی ہے، چونکہ اس مقصد کے اثبات کے واسطے قرآن اور احادیث اور اجماع موجود ہیں، قیاسی دلائل سے ثابت کرنا ضروری نہیں، لہٰذا ترتیب وار دلائل ثلاثہ کو واسطے اثبات اس مقصد کے بیان کرتا ہوں۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْر

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی، وَ قَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَاقَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَ لٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِنْہُ وَ مَالَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِ وَ مَاقَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا

ترجمہ: اس کا بامحاورہ موضح القرآن سے معہ بعض فوائد کے نقل کیا جاتا ہے۔ اور لعنت کی ہم نے اہل کتاب پر اور بسبب کہنے اس کے کہ تحقیقی ہم نے مار ڈالا مسیح عیسیٰ کو بیٹے مریم کے پیغمبر اللہ کا تھا اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی اس کو لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے اس کے، اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے البتہ بیچ شک کے ہیں اس سے نہیں واسطے ان کے ساتھ اس کے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کا اور نہ مارا اس کو بہ یقین بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ نے طرف اپنی اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

فائدہ: یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسیٰ کو، اللہ نے فرمایا اس کو ہرگز نہیں مارا، خدا تعالیٰ نے اس کی ایک صورت ان کو بنا دی اس کو سولی چڑھایا پھر فرمایا کہ نصاریٰ بھی

اوّل سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں بدن کو مارا ان کی روح اللہ کے پاس چڑھ گئی، بعض کہتے ہیں مارا تھا پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے، ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا، سو یہ خبر اللہ کو ہے اس نے بتایا اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے اور یہود ابھی نہ پہنچے تھے، اس دن کی خبر نہ ان کو نہ ان کو۔

تمام ہوئی عبارت موضح القرآن کی بقدر حاجت۔

چونکہ اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول یا مصلوب گمان کر کے ان کا فوت ہونا قرار دیتے ہیں بالکل غلطی پر ہیں اگرچہ شروع اس آیت کا واسطے مضمون مذکورہ کے بموجب قاعدہ اصول نص قطعی الدلالۃ تھا لیکن تاکیداً بار بار بیان کرنا شارع کا اس مضمون کو اور اخیر میں آپکو اٹھا لینا جتلا کر کل احتمالات کا سلسلہ یک لخت کاٹ ڈالا، پس یہ آیت بموجب قاعدہ اصول قسم تفصیلاً آنخضرت ﷺ نے بیان فرما کر اس کا اجمال دور کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا قیامت کے نزدیک آپ آسمان سے نزول فرمائیں گے جیسا کہ صحیح بخاری اور اس کی شرح وغیرہ سے بجنسہٖ نقل کیا جائے گا۔

خلاصہ مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ اس آیت سے زندہ اٹھا لینا آپ کا اسی جسم عنصری کے ساتھ قطعی طور پر ثابت ہے اور اس میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں۔ پس یہ آیت واسطے ثبوت مضمون مذکور کے آیت اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ سے جو واسطے فرضیت نماز کے وارد ہے یقینی ہونے میں بدرجہا عالی ہے، کیونکہ یہ آیت اصل میں مجمل تھی نماز کا ثبوت اس سے قبل بیان کرنے آنخضرت ﷺ کے نہیں ہوسکتا تھا اور آیت وَ مَا قَتَلُوْہُ واسطے مضمون مذکور کے نص اور مفسر ہے۔ خود بخود یہ آیت واسطے ثبوت زندگی عیسیٰ علیہ السلام کے کافی اور وافی ہے، اور جو شخص نماز کی فرضیت سے انکار کرے اس پر اہل اسلام کفر کا فتویٰ دیتے ہیں پس جو شخص زندگی عیسیٰ علیہ السلام کا منکر ہو اس پر فتویٰ کفر کا دینا نہایت ضروری ہوا، کیونکہ یہ آیت نماز کی آیت سے یقینی ہونے میں بہت عالی مرتبہ پر ہے۔

کما مرّ غیر مرّہ پس جو شخص نماز کے منکر کو کافر قرار دے اور عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے منکر کو ایماندار اعتقاد کرے پرلے درجہ کا ضال اور مضل ہے، جب خدا تعالیٰ نے زندگی عیسیٰ علیہ السلام کی یقینی طور پر بیان فرمائی اب بعد میں آپ کے انتقال ہونے کا حال بیان فرمایا وَ اِنۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ ۚ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکُوۡنُ عَلَیۡہِمۡ شَہِیۡدًا اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کی پہلی موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اس پر گواہ۔ یعنی اہل کتاب آپ کو زندہ دیکھ کر ایمان لائیں گے اور ان کے کل شبھے رفع ہو جائیں گے بعد میں اس کے آپ انتقال فرمائیں گے۔ جیسا کہ ابوہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا واقرا و ان شئتم و ان من اھل الکتاب الآیتہ رواہ الشیخان اگرچہ آیت میں اجمالاً بیان تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے بیان کرنے سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آپ آخری زمانہ میں ضرور نزول فرمائیں گے، یعنی جیسا کہ نماز کے واسطے آیۃ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ اور زکوٰۃ کے بارے میں وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وارد ہے ان دونوں آیتوں میں حکم نماز اور زکوٰۃ کا اجمالاً مذکور ہے اوقات اور عدد رکعات وغیرہ جو نماز میں ضروری ہیں کسی ایک کا بھی ذکر نہیں، اس طرح جو زکوٰۃ واجب ہونے کی شرائط اور اسباب شرعاً ضروری ہیں اس آیت میں ان میں سے ایک بھی مذکور نہیں فقط آنحضرت ﷺ کے بیان کرنے سے سب حال معلوم ہوا، اس طرح اگرچہ اس آیت میں ایمان لانا اہل کتاب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بیان ہے نزول وغیرہ امور کا حال حضرت ﷺ کے بیان کرنے سے معلوم ہوا پس جیسا کہ آیت اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ واسطے فرضیت نماز اور زکوٰۃ کے قطعیات سے ہے ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اسی طرح یہ آیت بھی عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کر رہی ہے۔

فان قلت لا یستقیم ھذا الاستدلال ان یکون الضمیران راجعین الی عیسی علیہ السلام لکن لبیضاوی زیف ھذا الاحتمال ورجح عود ضمیر موتہ الی اھل الکتاب موئد القرا ابی ابن کعب قبل موتھم و تبعہ مصنف

المظهری حیث قال قلت نزول عیسٰی قبل یوم القیام حق و ان یهلك فی زمانه الملل کلها الا اسلام حق ثابت بالصحاح من الاحادیث المرفوع لکن کونه مستفاد امن هذه الآی و تاویل الآی بارجاع ضمیر الثانی الی عیسٰی علیه السلام ممنوع و کیف یصح هذا التاویل مع ان کلمته ان من اهل الکتاب شامل للموجو دین فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم البت سواء کان هذا الحکم خاصا بهم او لافان حقیقته الکلام للحال ولا وجه لان یرادبه فریق من اهل الکتاب و یوجدون حین نزول عیسٰی علیه السلام فالتاویل الصحیح هوار جاع الضمیر الثانی الی اهل الکتاب و یوئید قرا ابی بن کعب انتهی قلت قولهما باطل لکونه مخالفا لماعلیه الجمهور من المحققین کصاحب المدارك والامام الرازی و شراح البخاری و غیرهم قال فی المدارك الضمیران لعیسی علیه السلام لیئو متن لعیسی قبل الموت عیسی و هم اهل الکتاب الذیئن یکونون فی زمان نزول عیسی ردی انه ینزل من السماء فی آخر الزمان فلا یبقی احد من اهل الکتاب الا لیومنن به حتی تکون الملت واحد و هی ملاته الاسلام و بمثله فی التفسیر الکبیر وغیره من التفاسیر و شروح البخاری و غیر بامن کتب الحدیث و تمسکهما بقراةابی بن کعب اوهن من نسبح العنکبوت لان قرا ابی بن کعب لیست متواتر ولا متضاد فالعمل علیهما واجب کما صرح الا صولیون فی قوله تعالی حتی یطهرن بقرائتی التشدید والتخفف بوجوب الغسل للحائض لجوائز الوطی ان قطع دمه فی مادون العشرةعملا بقرا التشدید و عدم وجوبه ان قطع بعد تمام العشر عملا بقرا التخفیف وهنها ایضا کذلك فان ایمانهم قبل موت عیسی علیه السلام فی زمن نزوله لا یمکن الاقبل موتهم لان مابعد الموت لم یبق احد مکلفابل لم یبق اهلا لایمان قبیل الموت وقت معاین ملائك العذاب کمابین فی موضعهه واما قول صاحبو المظهری لا وجه لان براد من

لفظ اھل الکتاب فریق یوجدون آہ ظاھر الفساد لانا الاضاف والکلام تکونان للعھد مالم تقم القرین علی خلافہ و ھنھا ایضًا للعھد للذین یوجدون فی زمن نزول عیسی علیہ السلام و لم تقم قرین علی خلافہ بل القرائن قائم علی ھذا العھد سنذ کرھاغن قریب انشاء اللہ تعالیٰ الاتری ان ماذکر فی المدارك من لفظ الحدیث فلایبقی احد من اھل الکتاب آہ لا یمکن ان مرادبہ غیر الذین یوجدون فی زمانہ نزولہ علیہ اللسام و کذامن لفظ الخطاب الذی ھو موضوع فی زمانہ نزولہ علیہ السلام و کذامن لفظ الخطاب الذی ھو موضوع للحاضرار یدبہ الذین یوجدون فی آخر الزمان قطعا ھو قولہ علیہ الصلا ~ہ~ والسلام لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم الحدیث و بالجملتہ القول بعدم کون نزول عیسی علیہ السلام مستفاد امن ھذا الایتھبعد ادعاء حقیقتہ نزولہ فی آخر الزمان مستد لا بالاحادیث الصحاح کما مرمن صاحب المظھری لیس علی ما ینبغی لان الاحادیث کلھا وحی اللہ عزول جل لقولہ تعالیٰ و ما ینطق عن الھوی ان ھوا الا وحی و کانوا معصومین فی تبلیغ الشرائع کما ھو فیما نحن فیہ فالتمسك بھا واجبہ و علینا ان نذکر الوجوہ التی تدل علی ان الضمیر الثانی راجع الی عیسی علیہ السلام الوجہ الاول انہ یلزم علی تقدیر ارجاع الضمیر الثانی الی اھل الکتاب الانتشبار فی الضمائر وھو قادح للبلاغ فاختیارہ فی الکلام القدیم فری بلا مری والذالم یذھب الیہ اکثر ھم قال بدر الدین العینی فی شرح البخاری ردی عن طریق ابی رجاع عن الحسن قال قیل موت عیسی علیہ السلام واللہ انہ لحی ولکن اذانزل آمنوابہ اجمعون و ذھب الیہ اکثر اھل العلم انھتی۔

والوجہ الثانی ان السیاق والسباق کلاھما یرجحان ان الضمیر الثانی راجع الی عیسی علیہ السلام لان الکلام لما انجرالی ان عیسی علیہ

السلام حی فمقتضی المقام ان یذکرموته وذلك لا یستقیم الابار جاع الضمیر الثانیا لی عیسی علیه السلام۔

والوجه الثالث ان علی هذا التقدیر تکون هذه الآی دلیلا آخر علی منکری حیاته فان ایمان اهل الکتاب لماکان منوطا بحیوته استحال ان یموت قبله۔

والوجه الرابع انه اذا اریدمن الضمیر الثانی اهل الکتاب لا یکون افاد بل اعاد لان قول تعالی لیومنن دال علی انهم وقت الایمان یکونون احیاء لان الحیو من لوازم الایمان والشئی اذثبت ثبت بلوازمه فاثبات حیاتهم ثانی بهذا الضمیر لایکون الاعاد بخاف ماذا اریدمنه عیسی علیه السلام فانه حینئذ یکون افاد قطعًا لان مفاده وهو کون عیسی علیه السلام حیافی وقت ایمانهم به لم یکن معلوما من قبل و من المعلوم ان حمل الکلام البلیغ سیما الکلام المعجز علی الفاد اولی لا سیما الفاد التی اذداد بها اعجاز القرآن لکونه دالا علی نزوله من السماء لان الموت لاتکون الافی الاضا لقوله تعالی و فیهانعید کن و ذلك یستلزم نزوله من السماء یعنی کما ان الآیته السابقته دلت علی کونه مرفوعا الی السماء کذلك هذه الآی دلت علی موته فی الارض بعد نزوله و هومن المغیبات الخارجه عن طوق البشر الداله علی اعجاز القرآن بابلغ وجه۔

والوجه الخامس انه یلزم علی تقدیر ارجاع الضمیر الی اهل الکتاب ان کل احد منهم یومن بعیسی علیه السلام قبل موتهم وهو خلاف الظاهر و التاویل بان المراد انهم یومنون وقت معاین العذاب قبیل الموت و ان لم یطلع علیه احد من جلسائه لا طائل تحته لانه لم تقم به حجته علیهم بل لهم ان یقولو الو کان القرآن من کلام الله لم یتحلف لانه یستلزم الکذب فی کلامه تعالی الله لم یتحلف لانه یستلزم الکذب فی کلامه تعالی الله عن

ذلك علوا كبير بخلاف ما اذار يدبه عيسٰى عليه السلام فان الآى حينئذ تصر حجته لنا بعد ما كانت حجته علينا قال العلامته بدر الدين العينى فى شرحه البخارى والحكمه فى نزول عيسى عليه السلام الرد على اهل الكتاب فى زعمهم الباطل انهم قتلوه و صلبوه فبين الله تعالى كذابهم انتهى۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مظہری میں ضمیر قَبۡلَ مَوۡتِہٖ سے اہل کتاب کا فقط مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں قرأۃ اُبَی بن کعب جو قَبۡلَ مَوۡتِھِمۡ کے لفظ کے ساتھ مروی ہے پیش کی ہے اور نیز صاحب مظہری نے لفظ اہل کتاب سے آخری زمانہ کے یہود و نصاریٰ کا مراد لینا بے وجہ ٹھہرایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قول ان کا بالکل بے اصل ہے۔اسی واسطے اکثر اہل علم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور قرأۃ ابی بن کعب جو قَبۡلَ مَوۡتِھِمۡ کے لفظ سے مروی ہے قَبۡلَ مَوۡتِہٖ کے مخالف نہیں ہے۔کتبِ اصول میں لکھا ہے جہاں دو قرأتیں باہم مخالف نہ ہوں دونوں پر عمل کرنا لازم ہے۔جیسا کہ لفظ یَتَطَھَّرُوۡنَ میں دو قرأتیں تخفیف اور تشدید کے ساتھ مروی ہیں دونوں پر عمل کر کے علماء نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ تخفیف کی قرأۃ سے وہ عورت مراد لی جاوے جس کا حیض بعد دس روز کے بند ہوا ہے اس سے مجامعت کرنے سے شوہر کو اسی وقت درست ہے عورت کا غسل کرنا شرط نہیں ہے اور تشدید کی قرأۃ سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو قبل گزرنے دس روز کے حیض اس کا بند ہو گیا ہو تو ایسی عورت جب تک غسل نہ کر لے اس سے مجامعت کرنی شوہر کو درست نہیں ۔اسی طرح یہاں بھی دونوں قرأتوں پر عمل ہوسکتا ہے یعنی قَبۡلَ مَوۡتِہٖ زندگی عیسٰی علیہ السلام کی اور قَبۡلَ مَوۡتِھِمۡ سے اہل کتاب کا زندہ ہونا مراد لینا درست ہے۔یعنی جب عیسٰی علیہ السلام آسمان سے آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے جو اس وقت اہل کتاب بقید حیات ہوں گے آپ کو زندہ دیکھ کر آپ پر ایمان لائیں گے جیسا کہ احادیثِ صحاح سے مراد لینا ضمیر الثانی سے بوجوہات ذیل بالکل بے محل ہے۔

وجہ اوّل: یہ ہے کہ ضمیر بِہٖ سے عیسٰی علیہ السلام کا اور ضمیر قَبۡلَ مَوۡتِہٖ سے اہل

کتاب مراد لینے سے ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے اور یہ امر اہل بلاغت کے نزدیک مذموم وقبیح ہے پس کلامِ الٰہی میں ایسے احتمال کا جاری کرنا نہایت بے جا ہے۔

وجہ دوم: یہ ہے کہ جب آیت کا سباق اور سیاق آپ کی زندگی وانتقال کے بیان میں ہے پس موت کا ذکر غیر کی طرف راجع کرنا خلاف عقل ونقل ہے۔

وجہ سوم: یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کے مراد لینے سے دوسری دلیل واسطے رَدّ منکرینِ حیوٰۃ کے قائم ہوتی ہے یعنی جب تک کل اہل کتاب ان پر ایمان نہیں لائیں گے وہ فوت نہ ہوں گے۔

وجہ چہارم: یہ ہے کہ ایمان لانے والے کا زندہ ہونا امر لازمی ہے کیونکہ مرنے کے بعد تو کوئی شخص مکلّف نہیں رہتا، پس زندہ ہونا اہل کتاب کا وقت ایمان کے لفظ ایمان سے جو لَیُؤْمِنَنَّ مذکور ہے ثابت ہو گیا، قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر سے دو دوبارہ ثابت کرنا بے فائدہ ہے۔ البتہ عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لانے میں آپ کا زندہ ہونا واسطے ایمان لانے والوں کے شرط نہیں، یعنی جیسا اور انبیاء پر ایمان لانے میں ان کا زندہ ہونا ضروری نہیں اس طرح آپ پر ایمان لانا بعد ممات کے بھی ہو سکتا تھا۔ چونکہ یہ واقعہ وقت نزول عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ آئندہ میں بقید حیات آپ کے ہونے والا تھا خدا تعالیٰ نے بطور پیشین گوئی کے قرآن شریف میں بیان فرما دیا اور وہ بلا ارجاع ضمیر ثانی طرف عیسٰی علیہ السلام ہیں، جیسا کہ گزر چکا بیان اس کا پہلے، اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عیسٰی علیہ السلام جو بموجب آیت پہلی کے آسمان پر زندہ ہیں پس انتقال کرنا آپ کا جو اس آیت دوسری سے ثابت ہوتا ہے بعد نزول کے ہوگا کیونکہ مر کر دفن ہونا زمین میں بموجب فرمانے پروردگار کے وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ بدون نزول کے ممکن نہیں، پس یہ دونوں آیتوں سے پورا واقعہ جو احادیث صحاح میں مذکور ہے ثابت ہوا۔

وجہ پنجم: یہ ہے کہ بر تقدیر مراد لینے اہل کتاب کے یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر ہر اہل کتاب کا وقت مرنے کے ایمان لانا عیسٰی علیہ السلام پر پایا جاتا تو یہ امر نہایت شہرت پکڑتا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہر اہل کتاب وقت مرنے کے خفیہ طور پر ایمان لاتا ہے

کسی کو اس کے ایمان کی خبر تک نہیں ہوتی لاطائل اور خلاف ظاہر ہے اور بر تقدیر مراد لینے عیسیٰ علیہ السلام کے یہ آیت واسطے رَدّ منکرینِ حیٰوۃ کے دلیل قاطع ہے یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں اہل کتاب کو زندہ معلوم ہوں گے اس وقت ان کے سب شبہ رفع ہو جاویں گے یقینی طور پر ان کو یہ امر ثابت ہو جاوے گا کہ جو حال عیسیٰ علیہ السلام کا اہل الاسلام بیان کرتے تھے وہی ٹھیک نکلا ہمارا کہنا سراسر جھوٹ تھا۔

فان قلت ان قوله تعالى انى متوفيك ورافعك الى يدل على ان الرفع كان بعد موته معارضا لقوله تعالى وما قتلوه آه و قاعد التساقط فى المعارض مشهور فانهدم استدلالكم بقوله تعالى وما قتلوه آه قلت اولا ان المعارضه لا تتصور فى كلا الشارع لانها دليل الجهل كما صرح به صاحب التوضيح لكنهار توجد فى الاحكام بالنسب الينا لجهلنا بالتاريخ و يحمل ذلك فى الحقيق على النسخ كمابين فى الاصول واما فى الاخبار كمافيما نحن فيه فلا يمكن ان يوجد فى كلا احد فضلا عن كلام الشارع لان النسخ اللازم للمعارض لايتصور فى الاخبار اذ تحقق المحكى عنه فى زمانه لا بدلصدق الخبر ولايمكن ارتفاعه بالنسخ ولو حملنا التعارض بمعنے التخالف فنقول لا تعارض لان كون التوفى بمعنے الموت او مساوياله لم يثبت بعدد دونه خرط القتاد بل هو مشترك بين استيفاء الحق و القبض وهما من لوازمه العام لان كون الاستفيفاء عام ظاهر و كذا القبض لوجوده فى النوم۔ فى قوله تعالى الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها فيمسك التى قضى عليها الموت و يرسل الاخرى الى اجل مسمى وفى قوله تعالى وهوالذى يتوفيكم بالليل و يعلم ماجرحتم بالنهار ثم يبعثكم فيه ليقضى اجل مسمى فان التوفى استعمل فى الآى الاولى للقبض الذى يعقبه الموت اوالمنام وفى الثانيه للنوم خاص فثبت كون التوفى عاما من الموت ذولك ما اردناه ولان آى القتل مفسر فى اثبات الحيا كما مرو آى التوفى و ان كان مشتركا لكن قوله تعالى

ورفعك الى و قوله عليه السلام ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم الحديث كما مره يشعرالى ان التوفى بمعنيالقبض الذى لا يعقبه الموت كما يحفى و كون التوفى محتملا مشكل و المشكل لا يعارضص المفسر الذى ههو آيته القتل لان المفسر مقدم على المشترك مراتب كما مر فى المقدم والتعارض لا يكون الافى الادلته المساويه فى الدرجه كما بين فى موضعه فان قلت احتمال كون التوفى فى آخر الزمان بعد الرافع يبطله تقديم ذكره قبل الرفع قلت عطف الرفع على التوفى بالواو لا يدل على كونه موخراعنه فى الوجود۔ايضا لان الواو ليشت لـلترتيب كما فى قوله تعالى واوحينا الى ابراهيم و اسماعيل و اسحق و يعقوب والاسباط و عيسى و ايوب و يونس و هارون و سليمان الاى فان سليمان ذكر بعطف الواو بعد عيسى فى مرتبه خامس و من المعلوم ان سليمان مقدم عليه بزمان كثير و لهذا ذهب المفسرون الى ان فى بعض الفاظ القرآن تقديم و تاخير و عدما لفظ التوفى والرفع الذكورين فى هذه الآيته منه كما صرح السيوطى فى الاتقان حيث قال و اخرج عن قتاد فى قوله انى متوفيك وارفعك الى قال هذا من المقدم والموخرانى رافعك اليى و متوفيك انتهى و به يرتفع التدافع و يحصل الموافق بين الايتين ولا فرض التعارض بينهما فليس السبيل الاالرجوع الى الاحاديث كما بين فى الاصول والاحاديث تنادى باعلى نداء ان عيسى بن مريم عليه السلام حى ينزل فى آخر الزمان الى الارض والنذكر نبذا منها ما يشفى العليل و يروى الفليل روى البخارى عن ابى هريره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيدك ليوشكن ان ينزل فيكم عيسى بن مريم حكما عدلا يكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزى و يفض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجد الواحد خير من الدنيا و يفض المال حتى لايقبله احد حتى تكون السجد الواحد خير من الدنيا و ما فيها ثم

یقول ابوھریر واقرا وا ان شئتم و ان من اھل الکتاب الا لیومنن به قبل موته و یوم القیام یکون علیھم شھیدا و عن ابی ھریر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتھم اذانزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم رواه البخاری قال الطیبی ای یاتکم عیسی حال کونه فی دینکم قیل یعسکر علیه قوله فی حدیث مسلم فیقال له صل لنافیقول لا ان بعضکم علی البعض امراء تکرمه لھذا الامته قال ابن الجوزی لوتقدم عیسی علیه السلام اماما اوقع فی النفس اشکالا ولقیل اتراه تقدم نائبا او مبتداء شرعا فصلی مامو مالئلا یتدنس وجه قوله صلی الله علیه وسلم لانبی بعد و ذکر فی کیفیه نزوله انه ینزل و علیه ثوبان ممصران رواه احمد عن ابی ھریر مرفوعا والمصر مافیه صفر ”خفیفه“و فی کتاب الفتن لا بی نعیم ینزل عند الفطرةالبیضاء علی باب دمشق الشرقی تحملھا عمامه واضعا یدیه علی منکببی ملکین علیه ریطتان اذا کب راسه یقطره منه کالجمان فاتتھالیھود فیقولون نحن اصحابك فیقول کذبتم و انصاری کذلك انما اصحابی المھاجرون بقیه اصحاب الملحم فیجد خلیفتھم یصلی بھم فیتا خرفیقول له صل فقد رضی الله عنك فانی بعثت وزیر اولکم ابعث امیر اوعن کعب یحاصر الدجال المومنین بیت المقدس فیصیبھم جوع شدید حتی یاکلو اوتار فسیھم فبیناھم کذالك اذا سمعوا عدو مافی الغلس فاذا عیسی علیه السلام و تقام الصلو و تقام الصلو فیرجع امام المسلمین فیقول عیسی علیه السام تقدم فلك اقیمت الصلو فیرجع امام المسلمین فیقول عیسی علیه السلام تقدم فلك اقیمت الصلو فیصلی لھم ذلك الرجل تلك الصلو ثم یکون عیسی الامام بعد ولیس فی ایامه امام و لا قاض ولا مفت و قد قبض الله العلم دخلی الناس عنه فینزل و قد علم بامرالله فی السماء ما یحتاج الیه من علم ھذه بشریعته للحکم بین الناس و عمل به وروی ابونعیم فی کتاب الفتن فی مد اقامه له وله عن ابی

هـريـر يقيم بها اربعين سمه وروى احمد و ابو داوود باسناد صحيح من طريق عبدالرحمن بن ادم عن ابى هرير مرفوعا مثله و عن كعب مكث اربعين سن و عـن يـزيدين حبيب يتزوج امر من الزدليعلم الناس انه ليس باله و قيل يتزوج و يـولـدلـه و يمكث خمساو اربعين سنته و يدفن مع النبى ~صل٢~ فى قبره و قبيل بدفن فى الارض المقدسه و لما كان نزوله من السماء امرا يقينا عند اهل السـن اد خـلـوه فـى الـعـقـائد و اجمعوا على انه ينزل لا محالته و فى العقائد الـنـسـفـى و شرحه ما اخبربه النبى عليه الصلو والسلام من اشراط الساعه من خـروج الـدجـال و داب الارض و يـاجـوج و مـاجـوج و نزول عيسى عليه الـسـلام مـن الـسـمـاء و طلوع الشمس من مقربها فهو حق لانها امور ممكن اخـبـربـهـا الـصـادق قـال حـذيـف مـن السيد الغفارى طلع النبى ا و نـحـن نتذا كـرفـقـال ماتذ كرون قلنا نذكرالساعه قال انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيـات فـزكـر الـدخان والدجال والداب و طلوع الشمس من مغربها و نزول عيسى عـليه السلام و ياجوج و ماجوج و ثلث خسوف خسف بالمشرق و خسف بـالـمـغـرب و خسف بـحـيـر العرب و آخر ذلك نار تخرج من اليمن تـطرد الناس الى محشرهم والاحاديث الصحاح فى هذه كثير جدا و قدروى فى تفاصيلها و كيفتهافليطلب من كتب التفسير والسير والتواريخ انتهى۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ دلالت کر رہی ہے۔ کہ اٹھانا خدا تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف بعد تُوَفّٰی کے جو بمعنے موت کے ہے پس ثابت ہوا اس آیت سے برخلاف آیت وَمَا قَتَلُوْہُ مذکورہ بالا کے فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیاتِ قرآنی میں اصلی مخالفت نہیں ہے بلکہ ہماری سمجھ میں فرق ہونے سے مخالفت پیدا ہوتی ہے خصوصاً جو آیات کسی امر کی خبر دے رہی ہیں انہیں مخالف ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس سے کلام الٰہی میں کذب لازم آتا ہے اہل علم پر لازم

ہے کہ ایسے مقام پر سوچ سمجھ کر تاویل کرے جو کسی احکام قطعی کے برخلاف نہ ہو، اسی طرح اگر اس مقام میں بنظر غور خیال کیا جائے تو بالکل مخالفت کا نام تک باقی نہیں رہتا کیونکہ بنا اس مخالفت کے اس امر پر ہے کہ معنی تـوفّـی کے ہر مقام میں موت کے ہیں حالانکہ یہ امر غلط ہے بلکہ معنی اس کے قبض اور استیفاء حق کے ہیں جو بغیر موت پائے جاتے ہیں جیسا کہ آیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی: اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو نزدیک موت اس کی کے اور جو نہیں موئے قبض کرتا ہے ان کو بیچ نیند ان کی، پس بند کر رکھتا ہے جس کو کہ مقرر کی ہے او پر اس کے موت اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وقت مقرر تک۔

فائدہ اس آیت میں تُوفّی بمعنی قبض کے مستعمل ہے، خواہ وہ قبض موت کے واسطے ہو یا نیند کے واسطے اور دوسری آیت میں تُوفّی صرف نیند کے بارے میں مستعمل ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ،وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰی اَجَلٌ مُّسَمًّی ،اور وہ جو قبض کرتا ہے تم کو بیچ رات کے اور جانتا ہے جو کماتے ہو بیچ دن کے پھر اٹھاتا ہے تم کو بیچ اس کے تو کہ پورا کیا جاوے وقت معین۔

فائدہ ثابت ہوا ان دونوں آیتوں سے کہ تُوفّی کے معنی موت کے نہیں ہیں بلکہ قبض کے ہیں پس اس بنا پر آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ الی لخ کے معنی آیت وَمَا قَتَلُوْهُ کے بالکل موافق ہو گئے یعنی میں تجھ کو اپنے قبضے میں کر کے اپنی طرف اٹھا لوں گا، اگر بالفرض ان دونوں آیتوں میں تعارض صوری قرار دیا جاوے تو اس کے واسطے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے۔ یعنی جس آیت کو حدیث تائید دے اس پر عمل کرنا لازم آتا ہے سو اس امر پر احادیث پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے نزول فرما کر انتقال فرماویں گے، اس مقام پر چند احادیث بطور اختصار کے بیان کی جاتی ہیں۔

روی البخاری عن ابی هریره قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم عیسیٰ بن مریم حکما عدلا یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزی و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجده الواحد خیر من الدنیا و مافیها ثم یقول ابوهریره و اقروان ان شتم و ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته۔

یعنی امام بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جو جان میری اس کے ہاتھ میں نزدیک ہے کہ نازل ہوں گے تم میں عیسیٰ بیٹے مریم کے علیہما السلام منصف عدل کرنے والے توڑ دیں گے صلیب نصاریٰ کی اور قتل کریں گے خنزیر کو اور اس کے زمانہ میں کافروں سے جزیہ لے کر ان کو امان دینے کا حکم نہیں رہے گا بلکہ جو شخص ایمان قبول نہیں کرے گا اور اس کو قتل کیا جائے گا یعنی کوئی کافر ان کے زمانہ میں رعیت بن کر زندہ نہیں رہ سکے گا اور مال اس وقت بہت ہو جاوے گا یہاں تک کہ مال کو کوئی قبول نہ کرے گا، ایک سجدہ اس وقت میں سب جہاں سے بہتر ہوگا، پھر پڑھا ابو ہریرہؓ نے اس حدیث کی سند میں یہ آیت وَ اِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَاب یعنی اگر تم کو اس مضمون میں شک ہے تو اس آیت سے اپنے شک کو رفع کرو کیونکہ اس کا مضمون بھی اسی حدیث کے موافق ہے، اور حدیث میں وارد ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے نماز میں امام تمہارے میں سے بہتر ہوگا، یعنی عیسیٰ علیہ السلام مقتدی ہو کر نماز ادا کریں گے تا کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ اپنی نئی شریعت جاری کریں گے، اور نزول آپ کا دمشق میں ہوگا۔ قوم یہود آپ کے پاس آ کر کہیں گے کہ ہم آپ کے اصحاب ہیں آپ فرماویں گے کہ تم جھوٹے ہو اور اس طرح نصاریٰ کو کہا جائے گا کہ اصحاب میرے وہ ہیں جو مہاجرین ملحمہ سے باقی رہے ہیں، پس پاویں گے ان کے خلیفہ کو جو ان کو نماز پڑھا رہا ہوگا آپ کو دیکھ کر وہ پیچھے ہو جاوے گا آپ فرماویں گے تو ہی نماز پڑھا، تحقیق خدا تعالیٰ تیرے سے راضی ہے مجھ کو خدا تعالیٰ نے وزیر بنا کر بھیجا ہے نہ امیر کر کے، اور ٹھہرنا آپ کے بعد نزول کے زمین پر بقید حیات چالیس برس تک روایت کیا گیا ہے اور نکاح

کریں گے تا کہ معلوم ہو لوگوں کو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور اولاد بھی ہوگی اور دفن کیئے جائیں گے پیغمبر خدا ﷺ کے پاس ان کی قبر میں یہ سب عینی شرح بخاری میں مذکور ہے۔

چونکہ نزول عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے یقیناً ثابت ہے اس واسطے کتب عقائد میں درج کیا گیا ہے تا کہ ہر شخص اپنے عقیدے میں اس امر کو یقینی خیال کر کے ایمان لائے کہ عیسٰی علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نزول فرماویں گے، عقائد نسفی جو بڑی معتبر کتاب عقائد کی ہے لکھا ہے کہ جو کچھ آنخضرت ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان کی ہیں دجاّل کا آنا اور نزول عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اور طلوع آفتاب مغرب کی طرف سے سب حق ہے کیونکہ مخبر صادق علیہ السلام نے ان کی خبر دی ہے۔ حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنخضرت ﷺ آئے اور ہم باتیں کر رہے تھے آپ نے فرمایا کیا باتیں کرتے ہو ہم نے عرض کیا ہم قیامت کے آنے کا ذکر کر رہے ہیں آپ نے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آوے گی جب تک دس نشانیاں نہیں ہوں گی پھر ذکر کیا دجاّل اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کا مغرب سے اور نزول فرمانا عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اور یاجوج ماجوج کا آنا اور تین خسوف ایک مشرق میں دوسرا مغرب اور تیسرا جزیرے عرب میں اور نشانیوں کے بعد آگ نکلے گی یمن سے ہانکے گی لوگوں کو میدان محشر کی طرف۔ اس بیان میں پس جب بموجب تحقیق بالا حیات اور نزول آپ کا آیات اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہوا۔ منکران امور کا بے شک کافر ہوگا۔

خاتمہ

غرض ہماری اس تحریر سے یہ نہیں کہ قادیانی مسئلہ مذکورہ سے منکر ہونے کے باعث ہی کافر ہے بلکہ غرض ہماری تحقیق حق ہے کہ اگر قادیانی میں اور کوئی وجہ ارتداد کی نہ ہوتی تو بھی اس مسئلہ کے انکار سے اس پر کفر عائد ہوسکتا ہے، لیکن اس کا مرتد ہونا اور کئی وجوہ سے ثابت ہے۔ چند وجوہ بطور اختصار بیان کی جاتی ہیں،

ضمیمہ انجام آتھم کے صفحے میں اس مرتد نے لکھا ہے کہ تین دادیاں اور نانیاں آپ

کی زنا کار تھیں اور ازلہ اوہام کے صفحہ ۳۰۴ میں لکھا ہے عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ کے ساتھ کا کام کرتے رہے ہیں، یہ سب کفر ہے، خدا تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے عیسی علیہ السلام کو بلا باپ پیدا کیا، یہ مرتد ان کا باپ یوسف نجّار بیان کرتا ہے اور جو معجزے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بیان فرمائے ہیں ان کو ازالتہ الاوہام کے صفحہ ۱۰۲ میں اس نے لکھا ہے کہ وہ شعبدہ بازی کے قسم سے ہیں اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے، اس کلام کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں خدا تعالیٰ نے معجزات برخلاف عادت واسطے ایمان لانے لوگوں کے عیسٰی علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کئے ان کو یہ مرتد عمل مسمر یزم اور بے سود بتاتا ہے، ازالتہ الاوہام کے صفحات نمبر ۱۲۸۔۱۲۹ میں لکھا ہے کہ آنحضرت رسول خدا ﷺ سورۃ الزّلزال کے معنی نہیں سمجھے۔

توضیح مرام میں اس نے لکھا ہے جبریل علیہ السلام کبھی زمین پر نہیں آئے نہ آتے ہیں ملخصاً صفحہ ۶۸۔۷۰، ۸۵ لکھا ہے انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں ازالتہ الاوہام ۶۲۸۔۶۲۹ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی غلط نکلی ازالتہ الاوہام صفحہ ۶۲۸۔۶۲۹ حضرت رسول اکرم ﷺ کو ابن مریم اور دجّال یاجوج ماجوج دابتہ الارض کی خبر نہیں دی۔ازالتہ الاوہام صفحہ ۶۹۱ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔(ازالتہ الاوہام صفحہ ۵۳۳) قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ سمریزم ہیں

ازالتہ الاوہام صفحہ ۷۲۸ تا ۷۵۳ قرآن شریف میں اِنَّـا اَنْـزَلْـنَـاهُ قِـرِيْـبـاً مِنَ الْـقَـادِيَـان موجود ہے۔ازالتہ اوہام صفحہ ۷۶، ۷۷۔مکہ، مدینہ، قادیان تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے، ازالتہ الاوہام صفحہ ۷۶۔۷۷ حضرت رسول اکرم خاتم النّبیین والمرسلین نہیں ہیں ازالتہ الاوہام صفحہ ۴۲۱ قیامت نہیں ہوگی، تقدیر کوئی چیز نہیں ہے صفحہ، دوئم ٹائیٹل پیج الزالتہ الاوہام آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔ازالتہ الاوہام صفحہ ۵۱۵ عذاب قبر نہیں ہے ازالتہ الاوہام صفحہ ۴۱۵ تناسخ صحیح ہے صفحہ ۸۴ ست بچن۔

ایسے ایسے اس کے کلمات بے شمار ہیں جن کا کفر ہونا علماءِ اسلام پر کیا بلکہ عوام پر بھی

ظاہر ہے اور جو شخص اعتراض کرے کہ قادیانی اہل قبلہ ہے اس کو کافر کہنا درست نہیں اور نیز جس شخص میں ایک کم سو وجہ کفر کی ہو اور ایک وجہ اسلام کی ہو اس کو بھی کافر قرار دینا شرعاً منع ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے اہل قبلہ کو کافر کہنا اس وقت تک درست نہیں جب تک اس میں کوئی وجہ کفر کی یقینی موجود نہ ہو مثلاً اگر کوئی رافضی نماز روزہ کا پابند ہو کر اصل پیغمبری حضرت علیؓ کا حق گمان کرے تو اس کے کفر میں کس کو کلام ہے اور سو وجہ کفر کے مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایسا کلمہ کہا کہ جس کے ایک کم سو معنے کفر کی طرف عائد ہوتے ہیں اور بموجب ایک معنی کے وہ لفظ کفر کا نہیں ہے تو ایسی صورت میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق اس پر فتویٰ کفر کا جاری نہ کرے، جیسا کہ ایک شخص کو کسی نے نماز کے واسطے تاکیداً کہا اس نے نماز سے انکار کیا تو انکار اس کا نماز کو براجان کر یا نماز کے فرض ہونے کا منکر ہو کر یا نماز کا پڑھنا اس کے نزدیک حقیر لوگوں کا کام وغیرہ وغیرہ جن کا مرجع کفر کی طرف ہے تو بیشک وہ شخص کافر ہے،

اگر غرض اس کی اس انکار سے صرف یہی ہے کہ میں نماز کو تیرے کہے سے نہیں ادا کروں گا تو اس صورت میں یہ انکار کفر نہیں ہے، ایسی صورتوں میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق فتویٰ کفر کا نہ دے اور جو امر یقیناً کفر کا کسی میں پایا جاوے جیسا کہ بتوں کو سجدہ کرنا، پیغمبروں کی اہانت کرنی اس کے کافر ہونے میں کسی کو کلام نہیں اگرچہ نماز روزہ کا پابند ہو۔

ملا علی قاری نے ان دونوں امروں کو شرح فقہ اکبر میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، پہلے فتویٰ میں جو مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے جواب میں لکھا گیا ہے اس میں ملا علی قاری صاحب کی عبارت درج ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس فرقہ کو راہِ ہدایت پر لاوے ورنہ ان کے شر سے عوام اہل اسلام کو بچاوے۔

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ ،وَآخِرُ دَعْوٰی نَااَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

(فتاویٰ قادریہ، صفحہ ۲۶ تا ۴۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

مظہر تکمیل نبوت ورسالت

قاضی نورالحق ندوی

روئے زمین پر انسان کے آباد ہونے کی ابتدا تخلیق آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ قرآن کریم نے اس ابتدا کا نقشہ کئی مقامات پر مختلف اسالیب بیان میں پیش کیا ہے، ان میں سے پہلا مقام سورۃ البقرہ رکوع چہارم ہے۔ آیت کا ترجمہ ذیل ہے:

''اور وہ وقت یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، وہ بولے کیا تو اس میں ایسے کو (خلیفہ) بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔ دریں حالیکہ ہم تیری حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی پکارتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

''اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو نام سکھلا دیئے کل کے کل پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا پھر فرمایا بتلاؤ ان کے نام اگر تم سچے ہو وہ بولے تو پاک ذات ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر ہاں وہی جو تم نے ہمیں علم دے دیا۔ بے شک تو بڑا علم والا، حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم بتلا دو انہیں ان کے نام، پھر جب انہوں نے انہیں ان کے نام بتلا دیئے تو فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ سب جانتا ہوں اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو تو وہ سب جھکے۔ مگر ابلیس نہ جھکا اس نے انکار کیا اور تکبر میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

''اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم گنہگاروں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے دونوں کو پھسلایا۔ اس درخت کے باعث اور جس جنت میں وہ آرام میں تھے اس سے انہیں نکلوا دیا اور

ہم نے کہا (اب) تم سب نیچے اتر جاؤ ایک دوسرے کے دشمن ہو کر اور تمہارے لیے زمین ہی پر ٹھکانا اور ایک میعاد تک نفع اٹھانا ہے۔

''پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ توبہ کے الفاظ لے لیے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی وہ تو ہے ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان (اور) ہم نے حکم دیا کہ ہم سب اس (جنت) سے نیچے اتر جاؤ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے (اور ضرور پہنچے گی) تو جو کوئی پیروی میری ہدایت پر کرے گا سو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے سو وہی دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔

ان آیات میں چند نکات قابل غور ہیں:

''اولیں یہ کہ انسان کو شرف کے ایک بلند ترین منصب کے لیے چنا گیا ہے۔ اس بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے لیے اوصاف کمال کا نہ صرف پایا جانا بلکہ سرتاسر مجسمۂ کمال بننا مناسب ہے۔ مگر فرشتے طینت میں ایک نقص محسوس کرتے ہیں اور اسے منبع فساد سفک دماء تصور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِنِیّ اعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تمہیں جانتے کے ارشاد سے انکے اس تصور کو نفی نہیں کی کہ انسان میں فساد یا سفک دماء کا مادہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے دوسرے اوصافِ کمال کی طرف اشارہ کر کے اتنا سمجھا دیا کہ یہ اوصاف جس قوت غضبیہ سے ظہور میں آتے ہیں۔ اس وقت کو اگر قوائے خیر کے تابع بنایا جائے تو یہی قوت باعثِ خیر بن جاتی ہے اور انسان کی خلافت کا راز اس میں مضمر ہے کہ اس میں متضاد قویٰ کی سرایت کے باوجود ایک قوتِ حاکمہ وحکیمہ کے ان قوی میں باہم توازن اور اعتدال قائم رکھنے کی صلاحیت موجود ہو۔

بلاشبہ انسان کی صفات میں بڑا تنوع اور نہ صرف تنوع بلکہ تضاد پایا جاتا ہے وہ ایک طرف بہت عاجز اور بے بس ہی اور دوسری طرف پوری طاقت اور توانائی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ ہر طرف سے محتاج ہے مگر تونگری اور دولت کی طرف آگے بڑھ کر اس کی پرستش کرتا ہے وہ ہر لحاظ سے فانی ہے اور پھر بھی بقائے دوام کا خواہش مند ہے اور اس تضاد کی وجہ یہ ہے کہ وہ شجاع اور حوصلہ مند ہے اور اپنے اُن

قویٰ کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس میں ودیعت رکھے ہیں استعمال میں لاکر آگے بڑھے جانے سے دریغ نہیں کرتا اس لیے اس کے اوصاف کا یہ تضاد ہی اس کی حوصلہ افزائی اور استعداد ترقی کی بہ موجب اسے خلافت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

قابلِ توجہ دوسرا نکتہ ان آیات میں یہ ہے کہ انسان جہاں ایک مقصد عالی کی طرف حوصلہ مند قدم اٹھانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ وہاں اس میں یہ کمزوری بھی پائی جاتی ہے کہ دشمن ابلیس کے بہکاوے میں آ کر اس کے قدم پھسل بھی جاتے ہیں اور اپنے مقام شرف سے نیچے بھی اتر جاتا ہے۔ ابلیس لعین اس کی ان تمنیات اور خواہشات کو جو ایک مقام بلند اور بقائے دوام سے متعلق انسان میں پائے جاتے ہیں۔ آلہ کار بنا کر اس سے ان افعال و اعمال پر آمادہ کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ عزت و شرف کے مقابلہ میں ذلت و رسوائی اور بقا کے مقابلہ میں فنا و زوال نکلتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ شیطان نے بارگاہِ الٰہی میں کہا تھا:

لا ضلنهم و لا منينهم. ”میں انہیں گمراہ کر کے رہوں گا و ران میں ہوس پیدا کر کے رہوں گا۔“

اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

يعدهم و يمنيهم وما يعدهم الشيطان الا غرورا.

یعنی شیطان ان سے وعدے ہی کرتا اور ہوسیں ہی دلاتا رہتا ہے اور شیطان ان سے وعدہ صرف فریب کی راہ سے کرتا ہے۔

اس بناء پر انسان اپنے لیے از خود بھی جو راہ متعین کرے گا وہ خطرہ سے خالی نہ ہو گی۔ زندگی کی ان پرخطر بھول بھلیوں سے نکالنے کے لیے اور اسے واضح شاہراہ پر ڈالنے کے لیے اسے ایسی رہنمائی کی ضرورت ہے جس میں شیطان کے بہکاوے اور فریب نفس کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

یہی وہ تیسرا نکتہ ہے جو ان آیات میں پایا جاتا ہے کہ نیابت و خلافت کے مقصد عظیم کی طرف آگے بڑھنے اور شاہراہ زندگی پر پرعزم و اعتماد کے ساتھ قدم اٹھانے کے لے اُسے جس راہنمائی کی ضرورت ہے وہ خود اُسے اپنے خالق کی طرف سے ملے گی۔

نیابت وخلافت کا مقصد تب ہی پورا ہو سکے گا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت کی رہنمائی میں چلے گا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

فمن اتبع هدٰى فلا يضل ولا يشقى.

''تمہاری طرف میری ہدایت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ تو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا ورنہ بدبختی کا شکار ہوگا''

راہ راست کو کبھی انسان بھولے سے چھوڑ دیتا ہے وہ گمراہ ہے اور کبھی جان بوجھ کر چھوڑتا ہے وہ شقی ہے۔ ان دونوں محرومیوں سے بچنے کے لیے مسلمان کو سورۂ فاتحہ کی دعا کے ذریعے یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ منعم علیہم کے صراط مستقیم پر چلنے اور ضالین اور مغضوب علیہم کی راہ سے بچنے کی دعا اپنے پروردگار سے مانگتا رہے۔

الغرض روئے زمین پر آباد ہو جانے کے بعد انسان مسلسل دوراہے پر رہا۔ اُس کی فطری سرشت اسے اپنے مقامِ شرف کی دعوت دیتی رہی اور جبلت کا ایک حیوانی جزو ایسا رہا جو اُسے قعرمدانت میں دھکیلتا رہا۔ ابلیس کی کوشش ہمیشہ یہ رہی کہ اس کی بہیمی اور سبعی جبلت اس پر غالب رہے اور وہ اسے بلند مقام کی طرف قدم نہ بڑھا سکے۔ اس کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ہدایت انبیائے کرام کی وساطت سے مسلسل آتی رہی ان انبیائے کرام کا تذکرہ قرآن کریم میں اجمالاً بھی ہوا ہے۔ مثلاً:

ولكل قوم عاد (الرعد:۷) ہر قوم کے لیے رہنما گزرا ہے۔

ولكل اُمة رسول (یونس:۴۷) ہر اُمت کے پاس ایک رسول آیا ہے۔

ولقد بعثنا فى كل اُمة رسولا (النحل) اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے۔

رسولا مبشرين و منذرين. (النساء:125) ایسے رسول بھیجے جو (نیک کرداروں کو) بشارت دینے والے اور برے کرداروں کو ڈرسنانے والے ہوا کرتے تھے۔

بعض انبیاء کے نام بھی آئے اگرچہ ان کی قوموں اور ان کی تعلیمات کا خصوصی تذکرہ نہیں

ہوا۔ مثلاً:

انا اوحینا الیک کما او حینا الیٰ نوح و النبین من بعد و اوحینا الیٰ ابرھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و الاسباط و عیسٰی و ایوب و یونس و ھارون و سلیمان و اٰتینا داوود زبورا و رسلاقد قصصناھم علیک من قبل و رسلا لم نقصصھم علیک وو کلم اللّٰہ موسٰی تکلیمًا (النساء: ۱۶۳، ۱۶۴)

یقیناً ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے جیسی کہ ہم نے نوح اور ان کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی اور ہم نے) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب وعیسٰی ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر (بھی) وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤدؑ کو ایک صحیفہ دیا تھا اور دوسرے پیغامبروں پر کہ ان کا حال ہم پیشتر آپ سے بیان کر چکے ہیں (ہم نے وہی بھیجی تھی) اور ایسے پیغمبروں پر بھی کہ ان کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے موسٰیؑ سے کلام فرمایا۔"

کچھ اولوالعزم پیغمبر وہ ہیں جن کی تعلیمات کا تذکرہ قرآن کریم نے خصوصی طور پر قدرے تفصیل کے ساتھ اور بار بار بیان فرمایا یعنی حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابرہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت موسٰی وہارون اور حضرت عیسٰی علیہم السلام۔

ان پیغمبروں کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ اپنی اقوام کو ان بنیادی عقائد اور اعمال اور ان کے اونچے کردار کی تلقین کرتے رہے جن کے طفیل انسانیت کو عموماً اور منتخب افراد کو خصوصاً شرف کے اس بلند منصب پر استقرار نصیب ہوتا ہے۔ جس کے لیے نوعِ انسان کی تخلیق ہوئی تھی۔ پیغمبر اپنی اقوام کو اپنی خالق و مالک کے ساتھ مضبوط رشتہ جوڑنے، توحید خالص پر عقیدہ رکھنے، ہر قسم کے شرک سے مجتنب رہنے وار ایک خدائے واحد کی پرستش کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ان کا پیغام یہ تھا کہ انسان خلق عظیم میں اعلیٰ مثالی کردار ادا کرے اور صدق، امامت، عفت اور عدل وانصاف کی راہ اختیار کرے وہ غیر متوازن طبقاتی تفاوت کو ختم کرنے کی تلقین کرتے رہے اور انصاف اور مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کر کے عالم انسانیت میں اخوت اور ایثار و مواساۃ کا رابطہ استوار کرنے کی تعلیم دیتے رہے۔

ان انبیائے کرام میں سے حضرت ابراہیمؑ کا تذکرا اجمالا کرنا مناسب ہوگا۔ تا کہ یہ معلوم ہو

سکے کہ وہ اپنے معاشرہ میں کس قسم کی تبدیلی لانا چاہتے تھے اور کس عادلانہ نظام کے بروئے کار لانے کے لیے ہمہ تن جدوجہد کرتے اور ہر نوع کی قربانی کے لیے تیار رہتے تھے اور وہ انسان کے قلب ونظر میں کیا انقلاب لانا اہتے تھے اور کس عادلانہ نظام کے بروئے کار لانے کے لیے ہمہ تن جدوجہد کرتے اور ہر نوع کی قربانی کے لیے تیار رہتے تھے۔ وہ انسان کے قلب ونظر میں کیا انقلاب لانا چاہتے تھے اور معاشرہ کے ہر فرد کو اپنا حق دلانے کیلئے اور کمزور کو ظالم کی زبردستی سے بچانے کی لیے کس قسم کا معاشرہ قائم کرنا چاہتے تھے۔

حضرت ابراہیم وہ اولوالعزم پیغمبر تھے جنہوں ں ے راہ حق میں جدوجہد کر کے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مبنی نظام قائم کرنے کے لیے اپنے وطن اپنے اعزاو اقربا اور اپنا مال ومتاع سب کچھ چھوڑ کر ایک دور ملک کی طرف ہجرت کرنے کی رسم جاری کردی۔

ان سے پہلے کے انبیاء کرام کا طریق کار یہ رہا تھا کہ وہ اپنی قوم میں رہ کر فریضۂ تبشیر وانذار بجالایا کرتے تھے اور جب قوم پر اتمام حجت ہو جاتا تھا اور وہ ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم مقدر عذاب آجاتے تھے اور نبی اور ان کے چند متبعین کے سوا باقی قوم ہلاک ہو جاتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے عہد سے یہ نیا طریق کار جاری ہوا کہ نبی ہجرت کر کے اپنے لئے جدوجہد کا دوسرا میدان اختیار کرنے اور نئے ماحول میں آبیاری کر کے مشیت ربانی کے مطابق ایک صالح معاشرہ کی تاسیس کرے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے حضرت ابراہیمؑ کا مولد ومنشاء عراق کی سرزمین ہے وہ یہاں کے شہر اور میں آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے ۱۶۰ اء ق م میں پیدا ہوئے۔ اس مقام سے جو آثار قدیمہ کھدائی کر کے حاصل ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی دوسری ہمعصر اقوام سے زیادہ تعلیم یافتہ تھے اور جو گھریلو سامان دستیاب ہوا ہے وہ یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ علم ہندسہ کے اچھے ماہر ہونے کے علاوہ زندگی کے طور واطوار میں خاصے ترقی یافتہ تھے۔

اس مادی ترقی کے علی الرغم دینی لحاظ سے اس قوم کی حالت قابل رحم تھی وہ اپنے خالق سے باغی تھے شمس وقمر اور اجرام فلکی کے علاوہ اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے بتوں اور مجسموں کی پرستش کرتے تھے ملک کا شہنشاہ بھی ان معبودوں کے جھرمٹ میں ایک معبود کے طور پر شامل ہو کر مافوق الفطرۃ حیثیت حاصل کر چکا تھا۔

خدا کا باغی بن کر بادشاہ اور ان کے حواریوں کا طبقہ من مانی کاروائی کرتا تھا اور فساد و اخلاق اور جبر و ظلم کی وجہ سے معاشرہ میں فساد پھیل چکا تھا۔ اور لوگوں پر عرصہ حیات تنگ تھا جو طبقہ دین کے نام پر لوگوں پر مسلط تھا۔ وہ بھی بادشاہ وقت اور اس کے حواریوں کے غیر منصفانہ طرز عمل اور ان کے بیداد میں ان کا ہمنوا تھا اور جب کسی ملک کے مقتدر طبقہ کو ظلم و جدل میں اس کے حاملین مذہب روسا کی اخلاقی تائید حاصل ہو جاتی ہے تو اس ملک کی بدقسمتی اپنی آخری حدود تک پہنچ جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس ماحول کے خلاف انقلابی نعرہ بلند کیا وہ اللہ کا فرستادہ صاحب عزم پیغمبر تھے۔ عزم و حوصلہ کے ساتھ باطل کے خلاف کھڑے ہوئے اس نے بادشاہ کے جھوٹے دعوی کی مخالفت کی اپنے خاندان کے جھوٹے ادعا کی مخالفت کی ان کے باطل عقیدہ کر سر عام چیلنج کر کے بادشاہ کی اور بتوں کی بے بسی واضح کر دی اللہ تعالیٰ کی تائید ان کے شامل حال تھی۔ اور بادشاہ اور قوم نے ہر چند چاہا کہ ان کی حق گوئی اور دعوت توحید کی پاداش میں ان کو ھلاک کر دیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و تدبیر اور ان کے ظلم و عدوان سے حضرت ابراہیمؑ کو محفوظ رکھا، تاہم قوم اپنے ضلال پر اڑی رہی اور جب حضرت ابراہیمؑ قوم کو راہ راست پر لانے سے مایوس ہو گئے، تو ایک نئے عزم کے ساتھ اس وقت کے متمدن دنیا کے دوسرے گوشوں کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں حق کی آواز بلند کر کے توحید الہی کی بنیادیں استوار کیں۔

اس پیغمبرانہ جدوجہد کا نتیجہ یہ تھا کہ آج دنیا ان اقوام کے عمل اور معاشرے سے ناواقف ہے جن کی مخالفت حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی اور حضرت کا نام ہر طرف عزت و احترام سے لیا جاتا ہے اور ان کا جاری کردہ نظام پھل پھول کر کئی اقوام کے تمدن کی بنیاد بن چکا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے پیہم آنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات و ہدایات میں ضرورت و حالات کے مطابق تبدیل بھی ہوتی رہی۔ انبیاء آتے، لوگوں کو خدا کی راہ پر چلنے کی دعوت دیتے کچھ عرصہ تک ان کی تعلیم اپنی اصلی شکل و ضورت میں رہتی مگر ان کے جانے کے بعد لوگ حسب عادت پھر راہ راست سے بھٹک جاتے برائیاں کرتے۔ اپنی خود ساختہ باتیں خدا کی طرف منسوب کرنے لگتے، قرآن مجید نے اس تغیر حال اور کریف کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے اور اس کے نتائج بد سے خبر دار کیا ہے۔

آخر کار انسانیت کے اس طویل سفر میں وہ مقام آ پہنچا، جہاں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ انسانی ذہن و فکر کی پختگی اور سفر حیات کے نشیب و فراز سے واقفیت کے حصول کے بعد تمام بنی

نوع انسانی کے لئے ایک دائمی رسول بھیجا جائے ’’وما ارسلنك الاّ كآفة للناس بشيراً و نذيراً ‘‘ ہم نے آپ کو تمام نوع انسانی کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔

یہ آخری اور دائمی پیغمبر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے اور اور آپ پر ہی نبوت کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا اور انبیاء کو بھیجنے والے خالق کائنات نے اعلان کر دیا۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا...... آج ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اس آخری پیغمبر کو جو کتاب دی گئی وہ آخری صحیفہء آسمانی ہونے کی وجہ سے تمام گزشتہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات کا محافظ اور نگہبان قرار پایا ارشاد ہوا،

وانزلنا اليك الكتا بالحق مصدقاً لمابين يديه من الكتاب و مهيمنا عليه اور ہم نے تجھ پر حق کے ساتھ ایک ایسی کتاب اتاری جو پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنیوالی اور ان کی تعلیمات پر نگہبان ہے۔

قرآن مجید کے محفوظ اور غیر محرف ہونے کا سب کو اعتراف ہے اس آخری صحیفہ آسمانی کا دعویٰ ہے کہ اس کی حیثیت دوسری آسمانی کتابوں کے لئے کسوٹی کی سی ہے، ان سابقہ کتب آسمانی کا دعویٰ ہے کہ اس کے معیار پر پورا اترا وہ صحیح اور محفوظ اور جو اس کے معیار پر پورا اتر نہ سکا وہ غیر محفوظ اور محرف ہے اس دعویٰ کی وضاحت کے لئے تین باتیں پیش نظر ہونی چاہیے۔

(۱) اول یہ کہ دین کے اصول وکلیات تمام آسمانی صحیفے وقتی تھے، اپنے اپنے زمانہ اور وقت کے لئے آئے تھے اور اسی لئے وہ اس خاص وقت تک محفوظ رہے ان تمام آسمانی صحیفوں میں سے کسی نے بھی دائمی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اس لئے کہ وہ دائمی تھے ہی نہیں

(۲) دوسری بات یہ کہ قرآن مجید سے پہلے تمام آسمانی صحیفے وقتی تھے، اپنے اپنے زمانہ اور وقت کیلئے آئے تھے اور اسی لئے وہ اس خاص وقت تک محفوظ رہے ان تمام آسمانی صحیفوں میں سے کسی نے بھی دائمی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اس لئے کہ وہ دائمی تھے ہی نہیں۔

(۳) تیسری بات یہ کہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ آخری کامل اور دائمی صحیفہ ہے۔ان تین باتوں کو تسلیم کرنے کے بعد اس دعویٰ کی صداقت آسانی سے سمجھ میں جاتی ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ قرآن مجید تمام سابقہ کتب سماویہ کی تصدیق کرنے والی اور تمام کتابوں کی اصلی تعلیمات کا محافظ ونگہبان ہے ان تمام کتابوں کی صحت کے لئے وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے ان کتابوں کا جو حصہ قرآن مجید کے مطابق ہے وہ صحیح اور محفوظ ہے اور جو حصہ قرآن مجید سے مختلف ہے وہ غیر محفوظ ومحرّف ہے

خدا کی اس آخری کتاب قرآن مجید اور اس کے لانے والے آخری پیغمبر کے بعد اب نئے پیغمبر اور نئے پیغام کی ضرورت باقی نہ رہی قیامت تک محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت دنیا کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

انبیاء علیہ السلام نے اپنی دعوت وتبلیغ کا موضوع انسان کو بنایا اور وہ بنی آدم کی اصلاح و تربیت میں مشغول رہے اور انبیاء کی تعلیم سے یہ حقیقت آشکارہ ہوئی کہ:

''اس دنیا کی قسمت انسان کے طرزِ عمل سے وابستہ ہے۔''

اگر انسان نے پیغمبروں کی رہنمائی قبول کی اور اپنے طرزِ عمل کو اس سانچے میں ڈھال دیا تو دنیا سنور گئی اور اگر انسان بگڑا، ناکارہ ہوا تو دنیا کی قسمت بگڑ گئی اور تباہی وبربادی اس کی قسمت بنی۔

اپنے اپنے زمانہ میں ہر نبی نے انسان کی اصلاح وتربیت کی کوشش کی تاکہ نیک اور صالح افراد پیدا ہوکر وہ رفاہی معاشرہ بروئے کار لایا جاسکے جو ان انبیائے کرام کی بعثت کا اصلی مقصد تھا۔تمام انبیاء اس اسلامی سوسائٹی کی تشکیل کے لیے سرگرم عمل رہے جس میں انسان مطمئن اور خوش ہو اور اس کی جان ومال اور آبرو وعزت محفوظ ہو اور انبیائے کرام کی تاریخ انسان کی اخلاقی صحت وفساد کی مسلسل تاریخ ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ انسان سازی کے اس نیک کام میں سب سے روشن اور حیرت انگیز کارنامہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے انسان سازی کے کام میں جو کامیابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی وہ اولادآدم میں کسی دوسرے بشیر کو نصیب نہیں ہوئی۔

آپ نے ایسے باصلاحیت، متقی، فرض شناس، بہادر اور پاک نفس انسان پیدا کئے جن میں سے ہر ایک فرد انسانیت عزت وعظمت کے لیے باعث صد افتخار ہے۔ان کا عدل وانصاف حق پرستی،

حسن انتظام اور حسن معاملہ، حکمرانی کی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔

نبوت محمدی کا یہ کارنامہ اس نے انسانیت کی خدمت کے لیے ایسے افراد تیار کیے جن کی عظمت کی گواہی تاریخ دیتی ہے۔

ان کی تعمیری صلاحیتوں کے بارے میں عہد حاضر کا متقی اور عظیم مسلمان مفکر حضرت ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ سنیئے۔ لکھتے ہیں کہ:

وہ ایک ایسا انسانی وجود تھا جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد اوصاف وکمالات پیدا کر دیئے تھے۔ یہ فرد جب تیار ہو گیا تو یہ بندگی کے ہر محاذ پر کار آمد، مستعد اور قیمتی ثابت ہوا اور جو خدمت اس کے سپرد کی گئی اس نے اپنی اہلیت وصلاحیت اور اپنی فرض شناسی اور احساس ذمہ داری اور اپنے ذوق عمل اور جذبۂ خدمت کا ثبوت دیا اس کو اگر فیصلہ اور ثالثی کا کام سپرد کیا گیا وہ بہترین قاضی اور لائق ترین جج ثابت ہوا۔ جس نے ترازو کے تول فیصلہ کیا، وہ اگر فوجوں کا سپہ سالار اور قائد مقرر ہوا تو اس نے اپنی جنگی قابلیت، بیدار مغزی اور شجاعت اور مرحمت کا ثبوت دیا۔ اگر فوجوں کی قیادت کے منصب علیا سے معزول کر دیا گیا تو اس کی پیشانی پر ناراضگی کی ایک شکن اور اس کی زبان پر شکایت کا ایک حرف نہیں آیا اور لوگوں نے اس کی مستعدی اور جوش ونشاط میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔ اگر وہ نوکروں کا آقا اور محکمہ کا افسر تھا تو ایک فراخ دل اور شفیق آقا اور ایک خیر خواہ اور محبت کرنے والا بزرگ اور اگر وہ مزدور اور اجیر تھا تو ایک فرض شناس ومستعد مزدور تھا۔

جس کو اپنی مزدوری کے اضافہ سے زیادہ کام کے اضافہ کی فکر تھی۔ وہ اگر فقیر تھا تو فقیر صابر و قانع اور اگر غنی شاکر اور محسن وہ اگر عالم تھا تو علم کو عام کرنے اور لوگوں کو خدا کا راستہ بتلانے کا حریص اور اپنے علم کی تقسیم میں فیاض اور اگر طالب علم تھا تو علم صحیح کے حصول کا شائق اور اس کو اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھ کر اس کی طلب میں منہمک اور اس کے لیے بڑی سے بڑی محنت اور بڑی سے بڑی خدمت کرنے والا تھا اور وہ اگر کسی شہر کا حاکم تو راتوں کا پہرہ دینے والا اور دن کو انصاف کرنے والا تھا۔ غرضیکہ یہ فرد انسانی معاشرہ کے جس مقام اور جس محاذ پر تھا نگینہ کی طرح جڑا ہوا تھا۔“

دنیا کی سب سے زیادہ خطرناک ذمہ داری (حکومت) جب اس کے سپرد ہوئی تو اس نے زہد وفقر اور ایثار وقربانی، جفاکشی اور سادگی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ دنیا محوِ حیرت رہ گئی اور ساری انسانی

تاریخ اس کی مثال پیش نہ کرسکتی۔

جو کچھ کہا اور لکھا گیا اس میں مبالغہ آمیزی قطعاً نہیں اگر کوئی انصاف پسند شخص نبوت محمدیہ کے مدرسہ سے تربیت پاکر نکلنے والے صحابہ کی سیرت اور ان کے کردار کے مختلف پہلو اور ان کے حسنِ اخلاق کے کارنامے جو تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ جمع کرلیں تو آپ کے سامنے ایک کامل انسان یعنی مردِ مومن کی زندگی کی تصویر تیار ہو جائے گی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا ذکرِ خیر ہوا وہ تیار کیسے ہوئے۔ ان کی تربیت کے لیے کونسا طریقۂ کار استعمال کیا گیا وہ کونسا حسین وجمیل سانچہ تھا جس میں ڈھل کر خدا کی ایسی بے مثال مخلوق تیار ہو کر نکلی۔

ان پراسرار عجیب وغریب انسانوں کی تربیت کا طریقہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت کے سلسلہ میں ایک حیرت انگیز کام یہ کیا کہ ان صحابہ اکرام کے دلوں میں ان دو بنیادی حقیقتوں پر یقین وایمان پیدا کر دیا۔ جو عقل انسانی کی گرفت سے ماوراء اور ان کے ادراک سے بالاتر تھا، ان کے دلوں میں ایک خدا کا یقین اور روزِ آخرت پر ایمان پیدا کر دیا۔ اس ایمان وایقان نے صحابہ کی کایا پلٹ دی۔ ان کے قلب وضمیر کو ایمان کے قبضہ میں کر دیا اور ان کو صحیح معنوں میں خلیفہ بنا کر چھوڑا۔ خدا کی ساری دنیا اُن کی تھی اور وہ خدا کے جبکہ اس وقت دنیا اس ایمان و یقین کی نعمت سے محروم تھی۔ نبوت محمدی نے ان کو اس نعمت سے نوازا۔

جن لوگوں کی انسانی تاریخ پر نظر ہے اور جو قوموں کے عروج وزوال کے فلسفہ سے آشنا ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان سازی کے لیے ایمان ویقین کی طاقت سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں۔ صالح، حق پرست، ہمدرد اور انسان پسند افراد پیدا کرنے کا صرف یہی ایک سیدھا راستہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا پر ایمان، مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مستحکم ومضبوط ایمان اس ایمان ویقین کے پیدا ہونے سے انسان بدل جاتا ہے۔

اس کا ضمیر وذہن بدل جاتا ہے اور ذہنیت کے بدل جانے سے انسانی مزاج بدلتا ہے اور بالآخر مزاج کی تبدیلی نظام حیات کی تبدیلی پر منتج ہوتی ہے۔ ایمان وعقیدہ ہی سے حقیقی انسانیت پیدا

ہوتی ہے۔ جب یہ صحیح انسانیت پیدا ہو جاتی ہے تو صرف اس وقت انسان انسانیت کی خدمت کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس راہ کی مشکلات کو بطیّب خاطر برداشت کرتے ہیں اور اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ اپنے مفاد وار ذاتی منفعت اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے نہیں بلکہ انسانوں کے خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر خدا کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں۔ نبوت محمدی کی تعلیم سے ایسے ہی افراد تیار ہوتے تھے۔

ان افراد کی بابت بیان کرنے کے لیے بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے صرف ایک مثال بیان کرنے پر اکتفاء کروں گا تا کہ آپ کو اندازہ ہو کہ ایمان و یقین پیدا ہونے کے بعد کس قسم کے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ایران اور رومن ایمپائر کی دو زبردست طاقتور شہنشاہیوں کے عظیم فاتح تھے۔ ان کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا تو انہوں نے اپنے اوپر اچھی غذا احرام کر لی۔ وہ سُرخ وسفید تھے۔ لیکن تیل کھاتے کھاتے ان کے چہرے کا رنگ سانولا ہو گیا لوگوں کی تکلیف میں برابر کے شریک رہے اور جب ایک مرتبہ بیت المال کے کادم نے اس سامان خوراک کے اٹھانے کی اجازت مانگی جو خود حضرت کسی حاجت مند کی اعانت کے لیے اٹھا کر لے جا رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''کیا تم قیامت کے دن بھی میرا بوجھ اٹھا کر لے جاؤ گے۔' خدا اور آخرت پر پختہ یقین نے ان کے دلوں کو انسانی ہمدردی کے جذبہ سے بھر دیا تھا۔

میں بات مختصر کر دیتا ہوں ہماری خوش بختی ہے کہ ہمارے زمانہ میں وہ عظیم اور بے مثال تاریخی واقعہ رونما ہوا ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ خدا کے نام پر اس کی تعلیمات کو اساس حیات بنا کر ایک اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی ہے۔ تا کہ اس میں وہ رفاہی معاشرہ بروئے کار لایا جا سکے جس کے قیام کا حکم خدا اور اس کے آخری پیغمبر دیتے ہیں۔

ایسے معاشرہ کو پیدا کرنے کے لیے روز آخرت کے جزا و سزا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر پختہ ایمان لانا ضروری ہے۔ وہ پختہ ایمان و یقین خدا اور آخرت پر کیسے پیدا کیا جائے۔ یہ ہماری محنت سے ہو گا۔

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

بہترین عورت کی خوبیاں

ایک اعرابی سے جس کا عورتوں کی صفات کے بارے میں خاصہ تجربہ تھا، پوچھا گیا: ''بہترین عورت میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟''

اس نے جواب دیا کہ ایک اچھی عورت میں درج ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں:

کھڑی ہو تو لمبے قد کی ہو، اور بیٹھے تو نمایاں نظر آئے۔ گفتگو کرے تو سچ بولے۔ اس کو غصہ دلایا جائے تو بردباری کا مظاہرہ کرے۔ ہنسے تو صرف مسکراہٹ بکھیرے، کھانا پکائے تو نہایت لذیذ، اپنے خاوند کی فرماں بردار ہو ۔اپنے گھر سے محبت کرنے والی، اور کم سے کم گھر سے باہر نکلنے والی ہو۔ اپنی قوم میں نہایت عزیز اور باوقار ہو، مگر انتہائی متواضع و منکسر المزاج ہو۔ خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور کثرت سے اولاد جننے والی ہو، پھر اس کا ہر کام نہایت پسندیدہ ہوگا۔

کبھی کبھی بیوی اپنے شوہر پر خرچ کرے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینب ثقفیہؓ بڑی مالدار خاتون تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہم نے سنا:

''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ اور خیرات کیا کرو، اگرچہ اپنا زیور (فروخت کر کے) ہی کیوں نہ ہو''۔

کہتی ہیں کہ میں اپنے خاوند عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہا، آپ محتاج ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کریں۔ اگر یہ صدقہ میں آپ پر کروں اور یہ کفایت کر جائے تو ٹھیک ورنہ میں یہ صدقہ دوسروں کو دیا کروں گی۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے کہا: تم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت زینبؓ کہتی ہیں: چنانچہ میں اللہ کے رسول ﷺ گھر کی طرف چل دی، وہاں دروازے پر

ایک انصاری عورت کھڑی تھی۔ میں نے جب اس پوچھا کہ تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟ تو اس کا مسئلہ بھی میرے جیسا ہی تھا۔ اب احترام کے ساتھ باہر کھڑی ہو گئیں کہ اندر جانے کی جرأت کون کرے۔ اتنے میں گھر سے حضرت بلالؓ باہر نکلے۔ ہم نے موقع غنیمت جانا اور ان سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا وہ اپنا صدقہ اور خیرات اپنے شوہروں کو دے سکتی ہیں اور اسے اپنے زیر پرورش یتیموں پر خرچ کر سکتیں ہیں؟ اور ساتھ ہی ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو ہمارے بارے میں نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ فرماتی ہیں کہ حضرت بلالؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس گئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ جو دو عورتیں دروازے پر ہیں کون کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ایک تو انصاری عورت ہے اور دوسری زینت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون سی زینب؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: ''عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی''۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''ان کے لیے دوہرا اجر و ثواب ہے، ایک قرابت داروں سے حسن سلوک کا اور دوسرا صدقہ خیرات کرنے کا''۔ [بخاری: ۱۴۶۲، مسلم: ۱۰۰۰]

حضرت جلیبیبؓ کی عجیب شادی اور عجیب شہادت

جلیبیبؓ ایک انصاری صحابی تھے۔ نہ مالدار تھے، نہ کسی معروف خاندان سے تعلق تھا۔ صاحب منصب بھی نہ تھے، رشتہ داروں کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی۔ رنگ بھی سانولا تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار تھے۔ بھوک کی حالت میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علم سیکھتے اور فیضیات ہوتے۔ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے شفقت کی نظر سے دیکھا اور ارشاد فرمایا: ''یا جلیبیب! الاتتزوج؟'' ترجمہ: ''جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے''؟

جلیبیب ب نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! مجھ جیسے آدمی سے بھلا شادی کون کرے گا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے پھر فرمایا: جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟'' وہ جواباً عرض گزار ہوئے کہ اللہ کے رسول ﷺ! بھلا مجھ سے کون شادی کرے گا؟ نہ مال، نہ جاہ و جلال!!

اللہ کے رسول ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی ارشاد فرمایا: جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟ جواب میں انہوں نے پھر وہی کہا: ''اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے شادی کون کرے گا؟ کوئی منصب نہیں، میری شکل بھی اچھی نہیں، نہ میرا خاندان بڑا ہے اور نہ مال و دولت رکھتا ہوں''۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”فلاں صحابی کے گھر جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اپنی بیٹی سے میری شادی کر دو“۔

جلیبیبؓ خوشی خوشی اس انصاری کے گھر گئے اور دروازہ پر دستک دی۔ گھر والوں نے پوچھا: کون؟ کہا جلیبیب۔ گھر والوں نے کہا: ہم تو تمہیں جانتے نہیں، نہ تم سے کوئی غرض ہے۔ خیر گھر کا مالک باہر نکلا، ادھر جلیبیب کھڑے تھے۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ کدھر سے آئے ہو؟ کہا اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں سلام بھجوایا ہے۔ یہ سننے کی دیر تھی کہ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سلام کا پیغام بھجوایا ہے۔ ارے! یہ تو بہت خوش بختی کا مقام ہے کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے سلام بھیجا ہے۔

جلیبیب کہنے لگے: ”آگے بھی سنو! اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو“۔ صاحب خانہ نے کہا: ذرا انتظار کرو، میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کر لوں۔ اندر جا کر لڑکی کی ماں کو پیغام پہنچایا اور مشورہ پوچھا۔ وہ کہنے لگی: ”نا نا..... نا نا.... قسم اللہ کی! میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے شخص سے نہیں کروں گی، نہ خاندان، نہ شہرت، نہ مال و دولت“۔ ان کی نیک سیرت بیٹی بھی گھر میں ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور جان گئی تھی کہ حکم کس کا ہے؟ کس نے مشورہ دیا ہے؟ سوچنے لگی اگر اللہ کے رسول ﷺ راضی ہیں تو اس میں یقیناً میرے لیے بھلائی اور فائدہ ہے۔ اس نے والدین کی طرف دیکھا اور مخاطب ہوئی: ترجمہ: ”کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ٹالنے کی کوشش میں ہیں؟ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے سپرد کر دیں (وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں میری شادی کر دیں) کیونکہ وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں ہونے دیں گے“۔

پھر لڑکی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی: ﴿وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم﴾ [سورۃ احزاب، آیت: ۳۶]

ترجمہ: اور دیکھو! مؤمن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے امور میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا“۔ لڑکی کا والد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ کا مشورہ، آپ کا حکم قبول، میں شادی کے لیے راضی ہوں۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اس لڑکی کے پاکیزہ جواب کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں یہ دعا فرمائی: ”اللهم صب الخير عليها صبا ولا تجعل عيشها كدا۔“

ترجمہ: ''اے اللہ! اس بچی پر خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دے اور اس کی زندگی کو مشقت و پریشانی سے دور رکھ''۔ [موارد الظمان: ۲۲۶۹، احمد: ۴، ۴۲۲، مجمع الزوائد: ۹، ۳۶۷ وغیرہ]

پھر جلیبیب ؓ کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔ مدینہ منورہ میں ایک جماعت اور گھرانہ آباد ہوگیا جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیز گاری پر تھی، جس کی چھت مسکنت اور محتاجی تھی، جس کی آرائش وزیبائش تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید تھی۔ اس مبارک جوڑے کی راحت نماز اور دل کا اطمینان تپتی دوپہروں کے نفلی روزوں میں تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے یہ شادی خانہ آبادی بڑی ہی برکت والی ثابت ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے مالی حالات اس قدر اچھے ہوگئے کہ راوی کا بیان ہے:

"فکانت من اکثر الانصار نفقة ومالا"

ترجمہ: ''انصاری گھرانوں کی عورتوں میں سب سے خرچیلا گھرانہ اس لڑکی کا تھا''۔

ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ سے دریافت فرمایا: ''دیکھو! تمہارا کوئی ساتھی بچھڑ تو نہیں گیا''۔

مطلب یہ تھا کہ کون کون شہید ہوگیا ہے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: ہاں فلاں فلاں حضرات موجود نہیں ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تم کسی اور کو گم پاتے ہو؟''

صحابہ ؓ نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لیکن مجھے جلیبیب نظر نہیں آرہا، اس کو تلاش کرو''۔ چنانچہ ان کو میدان جنگ میں تلاش کیا گیا۔ وہ منظر بڑا عجیب تھا۔ میدانِ جنگ میں ان کے اردگرد سات کافروں کی لاشیں تھیں۔ گویا وہ ان ساتوں سے لڑتے رہے اور پھر ساتوں جہنم رسید کر کے شہید ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو خبر دی گئی۔ آپ ﷺ تشریف لائے۔ اپنے پیارے صحابی ؓ کی نعش کے پاس کھڑے ہوئے، منظر کو دیکھا، پھر فرمایا:

''اس نے سات کافروں کو قتل کیا، پھر دشمنوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں''۔ ''پھر آپ ﷺ نے اپنے پیارے صحابی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور شان یہ تھی کہ اکیلے ہی اس کو اٹھایا ہوا تھا۔ صرف آپ کے دونوں بازوؤں کا سہارا اسے میسر تھا۔''

جلیبیب ؓ کے لیے قبر کھودی گئی، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے انہیں قبر میں رکھا۔ [صحیح مسلم: ۲۴۷۲]

بچوں کے صفحات

سچائی

حضرت فضیل اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک مشہور ڈاکو تھے۔ وہ عرب کے صحرا میں قافلوں کو لوٹا کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں پر ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ صحرا سے گزرنے والا کوئی قافلہ ان کی لوٹ مار سے محفوظ نہ تھا لیکن جیسے ہی انہوں نے اسلام قبول کیا اور سچے دل سے توبہ کی تو ان کی زندگی بدل گئی۔ ان کا دل اسلام کے نور سے روشن ہو گیا۔

حضرت فضیل کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک بار ایک قافلے نے آرام کی غرض سے صحرا میں پڑاؤ کیا۔ قافلے میں موجود ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ حضرت فضیل قافلے کو لوٹنے کی غرض سے وہاں پہنچے تو قرآن پاک کی تلاوت نے ان کے دل پر اثر کیا اور وہ تلاوت غور سے سننے لگے۔

جب انہوں نے ایک آیت سنی جس کا ترجمہ یہ ہے ''اہلِ ایمان کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کے خوف سے خوفزدہ ہو جائیں''۔

اِس آیت کا حضرت فضیل کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے پشیمان ہوتے ہوئے کہا ''اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اللہ کی راہ پر چل پڑیں۔'' یہ کہہ کر وہ زاروقطار رونے لگے۔۔ روتے روتے ان کے کانوں میں یہ الفاظ پڑے، قافلے میں سے کوئی شخص کہہ رہا تھا ''کہ سنا ہے اس راستے میں فضیل ڈاکو ہے۔ لہٰذا ہمیں راستہ بدل لینا چاہئ''۔ حضرت فضیل نے جب یہ الفاظ سنے تو انہوں نے اونچی آواز میں کہا ''لوگو! اب تم بے خوف ہو جاؤ۔ میں ڈاکوؤں سے توبہ کر لی ہے۔ میں ہی فضیل ہوں اور میں نے اب اسلام قبول کر لیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے جن لوگوں کا اذیتیں پہنچائیں تھیں، جن کا مال لوٹا تھا ان سے معافی مانگ لی۔ کہتے ہیں ایک یہودی نے حضرت فضیل کو معاف کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط عائد کی کہ

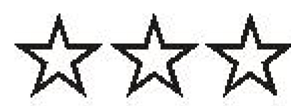
اگر تم سامنے والی پہاڑی کو اپنی جگہ سے ہٹا دو تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ حضرت فضیل نے فوراً مٹی ہٹانی شروع کر دی۔ اتفاق سے خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی وقت تیز آندھی چلنی شروع ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پہاڑی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔

یہودی نے یہ دیکھ کر اپنے دل سے حضرت فضیل کے لئے جو نفرت تھی، نکال دی اور کہا ''میں نے خود سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ جب تک فضیل میرا مال واپس نہیں دے گا۔ میں اُسے معاف نہیں کروں گا۔

لہٰذا تم میرے تکیے کے نیچے رکھی ہوئی اشرفیوں کی تھیلی اُٹھا کر مجھے دے دو تا کہ میرا عہد بھی پورا ہو جائے''۔

چنانچہ حضرت فضیل نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس یہودی نے ایک اور شرط رکھی کہ پہلے تم مجھے مسلمان کرو پھر میں تمہیں معاف کروں گا۔ حضرت فضیل کلمہ پڑھا کر اُس یہودی کو مسلمان کیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اُس یہودی نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے توریت میں پڑھ رکھا تھا کہ اگر سچے دل سے توبہ کرنے والا مٹی کو بھی ہاتھ لگائے تو وہ سونا بن جاتی ہے اور میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کیا تم نے سچے دل سے توبہ کر لی ہے۔ اب مجھے تمہارے مذہب کی سچائی پر پورا بھروسہ ہے۔ اس لئے میں نے اسلام قبول کر لیا۔



ماہنامہ ملیہ کیلئے مضامین بھیجنے والے حضرات متوجہ ہوں!

رسالہ کے صفحات آپ کی نگارشات کیلئے حاضر ہیں

برائے مہربانی اپنے مضامین ان پیج (INPAGE) میں ٹائپ کروا کر ہماری ای میل milliafsd@yahoo.com پر اس ان پیج فائل کو Attach کر کے بھجوائیں۔ یا پوسٹ کریں۔ دفتر ماہنامہ ملیہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، محلّہ خالصہ کالج، فیصل آباد

مسلمانوں! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ناسمجھ افراد یورپی ممالک میں جاکر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جاسکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہوسکتی ہے، اگر ہوسکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔لہذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہوگیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہوسکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہو۔اس کے بعد وہ توبہ کرے۔اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہوگئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم شاد ، نیویارک (امریکہ)

MONTHLY MAGAZINE

Millia

JAMIA MILLIA ISLAMIA

FAISALABAD PAKISTAN

Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569

E-mail: milliafsd@yahoo.com

Fax # 041-8502213

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ	رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ
امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ	حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ بانی جامعہ	پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔

- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- آپ کے مسائل اور انکا حل
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعر وسخن۔ جس میں حمد ونعت، نظم اور غزل۔
- تذکرہ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
- خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر اس صدقہ جاریہ میں شریک کریں۔

رابطہ کیلئے

ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اِسلامیہ

محلہ خالصہ کالج فیصل آباد

فون 041-8711569

www.milliafsd.com